



جمادی الاولیٰ 1433ھ بمطابق اپریل 2012ء

درس قرآن

اسلام میں شرابی کی حیثیت

حضرت علامہ الحاج مفتی محمد امین دامت برکاتہم

درس حدیث

عقیدہ کی اہمیت

حضرت علامہ الحاج مفتی محمد امین دامت برکاتہم

خلیفہ اول  
حضرت نانا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت علامہ مصد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

حیات و خدمات

سیاح عالم حضرت علامہ شاہ محمد العظیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ  
مبلغ اسلام

ندیم احمد ندیم قادری نورانی

اداریہ

یہاں اعلیٰ حضرت  
یک جامع الصفات تنہا ہے

روحانی شفا خانہ

ابوبلال محمد سیف علی سیالوی

مسلاک  
ڈاکٹر علامہ محمد اقبال قادری

صاحبزادہ محمد رؤف رضوی

ایڈیٹر  
محمد بیگل اعظمی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عَلَّمَ تَحْقِيقَ كَاشَاكَ ارشاد مجلہ

الصلوة والسلام عليك وعلى آلائك وأصحابك سيدي يا رسول الله

گجرات  
پاکستان

ماہنامہ  
اہلسنت

INTERNATIONAL

جمادی الاول 1432ھ بمطابق اپریل 2011ء

تخط مقام مصطفیٰ کا قیام  
اور  
نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کا علمدار

شیخ الشیخ والشیخ مفتی محار شرف القادی محدث نیک آبادی

سرپرست  
اعلیٰ

بفیضان نظر شیخ اشباح حضور انور محمد سلیم قادی مدظلہ

مُشاورت

مفتی محمد معروف بھانی

صاحبزادہ محمد عبداللہ جیلانی

علامہ محمد عبدالرحمن قادی

معاونین

علامہ محمد فضل عینی قادی

علامہ خالد محمود قادی

علامہ اصغر علی قادی

علامہ محمد اعظم قادری اشرفی

قیمت فی شمارہ 20 روپے  
زر سالانہ 250 روپے

U.S.A U.K  
20 پائونڈ سالانہ 40 ڈالر سالانہ

حرف ادارات  
100 درہم سالانہ

قانونی مشیر

چوہدری غلام رسول ایڈووکیٹ

چیف ایڈیٹر

محمد مسعود قادی

ایڈیٹر

محمد بسیل اعظمی

0333-8403147

0313.9292373

E mail

azmi@qadriaashrafia.com

معاون خصوصی

پروفیسر محمد میر الحق کعبی

کیلی گرافی

محمد خالد قادی اشرفی

E mail

khalid@qadriaashrafia.com

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

پبلشر محمد مسعود قادی (پروڈنر) سلمان تیمو مقام اشاعت الجامعۃ الاشرفیہ علی مسجد کرمی گجرات

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ اہلسنت "الجامعۃ الاشرفیہ علی مسجد کرمی گجرات"

# حاصل نثر تلب

صفحہ: 3

حَمْدٌ وَنَعْتٌ

پروفیسر محمد رفیع الحق کلمی

صفحہ: 4

اداریہ

یہا اعلیٰ حضرت  
یہا جامع الصفات

پروفیسر محمد رفیع الحق کلمی

صفحہ: 12

درس قرآن

اسلام میں شرع کی حیثیت

حضرت علامہ الحاج مفتی محمد امین دامت برکاتہم

صفحہ: 16

درس حدیث

عقیدہ کی اہمیت

حضرت علامہ الحاج مفتی محمد امین دامت برکاتہم

صفحہ: 21

مغزن صدق و صفا خلیفہ اول

سیدنا ابوبکر صدیق کبیر رضی اللہ عنہ

حضرت علامہ محمد عابد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

صفحہ: 23

حیات و خدمات

سیاح عالم حضرت علامہ محمد رفیع الحق کلمی

ندیم احمد ندیم قادری نورانی

صفحہ: 29

مسائل

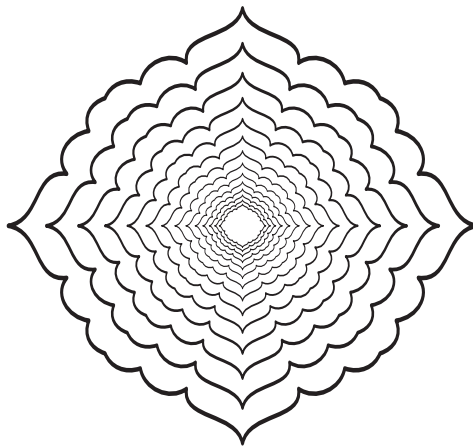
ڈاکٹر علامہ محمد اقبال قادری

مرتبہ: صاحبزادہ محمد روف رضوی

صفحہ: 38

روحانی شفا خانہ

ابوبلالہ محمد سیف علی سیالوی



دفتر ماہنامہ ”اہلسنت“ الجامعۃ الاشرفیہ علی مہجر کرنی گجرات

ترسیل  
زرکاپتہ

# حَمْدٌ وَنَعْتٌ

میں تو جب ڈوبنے جاؤں، وہ بچانے آئے کرتا ہے دل یہ تجھ سے مناجات یا نبی  
 بھول کر بھی جو گروں، مجھ کو اٹھانے آئے مجھ پر کرم کی تیرے ہو برسات یا نبی

جب بھی حالات کٹھن سخت زمانے آئے دنیا کی مشکلوں سے پریشاں نہ ہو کبھی  
 اس کو سوچا تو سکوں خواب سہانے آئے پیش نظر ہے جس کے، تری ذات یا نبی

چھوڑ دیتا ہے کبھی اور تڑپ کی خاطر چشم کرم سے اس کو ہے سلاطین بنا دیا  
 دل سلگ اٹھے تو رحمت کو بہانے آئے جس پر ہوئی ہیں تیری عنایات یا نبی

اپنی تخلیق بگڑنے نہیں دیتا، ہر دم کر لیجیے شمار انہی میں مرا، حضور  
 حسن تازہ میں نئے رنگ بسانے آئے کرتے ہیں جو ثنا تری دن رات یا نبی

میں کسی اور چلا ساتھ رہا ہے میرے دل میں تری ثنا ہو لبوں پر درود ہو  
 راہ بھولوں تو مجھے راہ دکھانے آئے اسوہ ترا ہو شمع خیالات یا نبی

رات بھر ہوتے رہے درد کے خلعت تقسیم سورج کو تو نے پلٹا تو مہتاب کو دو لخت  
 کون جاگا ہے، کسے ہاتھ خزانے آئے تسلیم تیرے وصف و کمالات یا نبی

اُس کی دہلیز سے قائم رہی نسبت، کتنی کتنی کی میرے آقا یہی آرزو ہے بس  
 جب بھی اُٹھے سر تسلیم جھکانے آئے ہو جائے تجھ سے ایک ملاقات یا نبی

(جَلَّ جَلَالُہُ) (سُبْحَانِہُ)

پروفیسر محمد منیر الحق کتنی



# پناہ علی حضرت جامع الصفات شریف

مقالہ افتتاحیہ

یہ مقالہ اول اول نئی تحریک کے زیر اہتمام منعقدہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کافرٹنس، الحمرا لاہور میں پڑھا گیا۔ بعد ازاں ”القول السدید“ مارچ ۱۹۹۷ء اور پھر ”افکار رضا“ ممبئی انڈیا اشاعت اپریل تا جون ۱۹۹۷ء میں منظر عام پر آیا۔ اس مقالے کی صداقت اور تازگی آج بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔

”نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلَى رُسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

انیسویں اور بیسویں صدی کا رابع اول مذہبی مناظروں، مناقشوں، مجادلوں اور محاربوں کا عہد ہے۔ تقریر و تحریر سے گزر کر دست و بازو کی آزمائش کے مراحل بھی آئے۔ اخلاص و ایمان کو مباہلوں کی کسوٹی پر پرکھا گیا۔ برصغیر بیک وقت مغرب و مشرق کی تہذیبی اقدار، مذہبی اعتقادات اور فکری اساسات کی آویزشوں کا منظر پیش کر رہا تھا۔ انگریزی سامراج کی فتوحات کا استحکام دیسی امرا کی غدار یوں اور عیسائی مشنریوں کے ہتھکنڈوں کا مہونہ منت تھا اور ان کی تبلیغی سرگرمیاں خصوصاً اسلام کیلئے خوفناک حد تک خطرہ ثابت ہو رہی تھیں۔ مسیحیت کے علمبردار اس بات کے خواہاں تھے کہ مسلمانوں کے دلوں سے ایمان و یقین کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا جائے اور انہیں سیاسی خلفشار کے ساتھ ساتھ مذہبی یک سمتی و یک جہتی سے محروم کر دیا جائے۔ عیسائی مبلغین نے ایک طرف تو ان اہل علم حضرات کو آغوش تربیت میں لیا جو ثابت قدم نہ تھے۔ یہ لوگ عیسائیت قبول کر کے اسلام اور بانی اسلام ﷺ پر معترض ہوئے۔ اہل اسلام کی طرف سے انکے اعتراضات کے مدلل و مسکت جواب دیے گئے۔ دوسری طرف سامراجی مشنریوں نے خود ایسے ناہموار مسلمانوں کو ڈھونڈ نکالا جو سر بر آوردہ علمی خاندانوں سے وابستہ تھے۔ یہ ان مرتدین سے زیادہ مضرت رساں نکلے کہ علماء و مشائخ کا لبادہ اوڑھے سادہ لوح عوام مسلمانوں کو حضور سید عالم ﷺ سے برگشتہ کر رہے تھے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کا ایک بڑا کارن ان نام نہاد مجاہدین کے ”وہ سیاہ کارنائے“ ہیں جو انہوں نے انگریزی استعمار کو دوام بخشنے کی خاطر اپنے ہی وطن کی فرماں روا قوتوں کو کچلنے کیلئے سرانجام دیئے۔ مغربی سامراج کی تربیت نے انہیں دوہری حکمت عملی اپنانے کا فن سکھادیا تھا۔ مذہب و سیاست اور معیشت و معاشرت انکی غارت کا نشانہ بن رہے تھے۔ وہ ایک ہی اصول پر کا بند تھے، انتشار و افتراق۔ عوام لڑ رہے تھے، علماء حق لڑ رہے تھے۔

☆ اپنے تحفظ کیلئے۔

☆ اپنی سرزمین کے کیلئے۔

☆ مذہبی عقائد و اقدار کے تحفظ کیلئے۔

مگر انگریز کے پروردہ، مغربی تمدن کے شیر خوار اور وظیفہ خوار مورخ و ملازم، ان حق پرست مجاہدوں کو باغی، حرام زادہ، بد معاش اور کیا کچھ نہ کہتے رہے۔ انگریز کی ہر ادھر فریفتہ، اسے قرآن و حدیث سے ثابت کرنا انکا محبوب مشغلہ تھا۔ ان میں جدید معتزلہ، قادیانی، پیروان ابن عبد الوہاب، جدید اہل قرآن، جدید اہل حدیث اور مفکرین صلح کلیت، پیش پیش تھے۔ ان فرق باطلہ کے رؤسائے ہر وہ رویہ اختیار کیا جس سے مسلمانوں میں تقسیم کا عمل تیز تر ہو۔ انگریز آقاؤں نے ہر زرخیز مجاہد، شہید، حکیم، محدث، فقیہ و مفکر کو امت مسلمہ کے چند متفقہ و مسلمہ عقائد و مسائل

سپر دکر رکھے تھے کہ ان میں اپنی طرف سے ملاوٹ کر کے پُر خلوص مسلمانوں کے اندر نفرت و جدال کو ابھاریں اور انہیں فرقوں میں بانٹ دیں۔ یہ لوگ کبھی امکان کذب اور امتناع العظیم کے مسئلہ میں کلام کرتے، کبھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب نور و بشر، استمداد، شفاعت، تعظیم و توقیر حضور ﷺ پر مباحثہ شروع کر دیتے۔ معجزات اور حیات بعد الموت کا انکار، اذان و نماز میں اختلاف، غرض بہت سے تسلیم شدہ حقائق اور بنیادی عقائد سے منحرف اور نکتہ چیں تھے۔ کم علم اور انگریزی دان حضرات محض خوشنودی سرکار میں گمراہ ہوتے جا رہے تھے۔ عقائد و عبادات اور اخلاقیات کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ مذہب کو اخلاقیات اور اخلاقیات کو مذہب کا درجہ مل گیا۔ عبادات کو رسوم اور تصوف محض انسان دوستی کا ذریعہ سمجھ لیا گیا۔ سائنس اور دین میں اس طرح مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ دین کو سائنسی نظریات کا تابع بنا دیا گیا نہ جانے کتنی ہی گمراہیاں فلاسفہ و سائنسین مغرب کے طفیل مشرقی ادیان خصوصاً اسلام کے پیروکاروں میں پھیلانی جا رہی تھیں، ملت اسلامیہ کے چمن زار پر چھوٹے مدعیان نبوت زاغ و زغن کی طرح غوغا کناں تھے۔ امامت و خلافت کے نام پر قرآن و حدیث کی غلط تاویل و تعبیر کرنے والے مفسر اسکے شاخساروں پر آکاس بیل کی طرح پھیل رہے تھے۔ منکرین نور نبوت کے خفاش، اپنی کمین گاہوں میں بیٹھے ہوا میں پھونکیں مار رہے تھے۔ دین میں تحریف کرنے والے اصلی دین کو زندہ کرنے کے دعویدار تھے۔ یونہی کفر و الحاد کی گھٹائیں اُٹھ رہی تھیں۔ حسرت و بیچارگی کا ایک المناک دور تھا۔ امت مسلمہ کی رگوں میں، قومی خدمت اور احساس بیداری کے نام پر شاعر اور ادیب، اندھیرا انڈیل رہے تھے۔ تہذیب الاخلاق کے معلم اسوہ رسول سے لمحہ بہ لمحہ دور ہوتے جا رہے تھے غلامانہ مفاہمت جو منافقانہ کردار کی علامت تھی کا درس، نوجوان نسل کو دیا جا رہا تھا۔

امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دینی، ملی، اخلاقی، مذہبی، فکری و سیاسی اتحاد و استحکام کو جب بھی شریکین نے مضلل کرنے کی کوششیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے حدیث ”یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائتۃ سنۃ من یجد دلہا امر دینہا“ کے مصداق تجدیدی ذمہ دار یوں کی مناسبت سے اپنے عہد کے فاضل ترین آدمی کو متعین فرمایا جو باطل کے آلہ کاروں کو فکر و عمل کے ہر میدان میں شکست فاش دیکر اثبات حق کر سکے۔ ملوکیت کے طوفان بدتمیزی کو روکنے اور اسکے اثرات کو زائل کرنے کیلئے حضرت عمر بن عبدالعزیز قدس سرہ جیسا جری غلیفہ را شد سامنے آیا۔ اکبر نے دین الہی کے نام سے ایک ملعونہ ادیان کو رائج کرنے کی جسارت کی تو اسی جاہ و جلال کے مالک حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ کو بھیجا گیا۔ سیاسی انتشار کو روکنے اور اسلام اور اہل اسلام کی قوت و شوکت بحال رکھنے کیلئے شہنشاہ ہندوستان ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی کا تعین ہوا اور یہ اسی کی برکت تھی کہ اسلامی سلطنت کی حدود برصغیر سے باہر تک پھیل گئیں اور وہ سلطنت جو پچاس برس پیشتر ختم ہو جاتی سو سال تک مزید دنیا کے نقشے پر اپنے وجود کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہو گئی۔

سقوطِ دہلی سے صرف بہادر شاہ ظفر کی حکومت کا ہی خاتمہ نہیں ہوا، سفید سمارج کے ظالمانہ تسلط، بہیمانہ قتل و غارت اور غدارانہ ملت نے وحدتِ ملیہ و اسلامیہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ مسلمانوں کے مدارس تباہ، اوقاف پر قبضہ، مساجد منہدم، مقابر مقلع، امرا مفلس اور صاحبانِ عز و جاہ ذلیل ہو کر رہ گئے ایک تہذیبی سنگت تھی جو گزر گئی۔ اب نئے تمدن کے پجاری حج سے زیادہ ”لندن یا ترائی“ کو مقدم سمجھتے تھے۔ متاع کارواں تو جابئی چکی تھی اب اس کا احساس زیاں بھی جا رہا تھا بلکہ اسے مغرب یا تریوں نے نیارخ دے دیا تھا۔ سائنسی اکتشافات نے انقلاب برپا کر دیا۔ علوم بدلے، فکریں بدلیں۔ معاشرہ بدلا، معاشرے کے تقاضے بدلے، آج کا دور سائنسی منہاج پراڈان لے رہا تھا۔ اب ایک ایسے بطل جلیل کی اشد ضرورت تھی جو انفس و آفاق کے علوم کا شناور ہو۔ جدید اسالیب شعر و ادب کا پارکھ ہو۔ احساس و جذبہ سے لے کر عقل و فکر و شعور تک کو اپنی گرفت میں لے سکتا ہو۔ ایک ہاتھ میں علوم قدیمہ کے ستارے جگمگا رہے ہوں تو دوسرے ہاتھ میں سائنسی علوم و فنون کے قمقمے آنکھوں کو خیرہ کر رہے ہوں۔ حیات سے ماورائے حیات اسکی دسترس میں ہوں۔ تصوف کے تجربات سے ذاتی طور پر آگاہ ہو۔

انسانوں کو مرکز تو حید و رسالت پر یکجا کر سکتا ہو، اور انہیں ذہنی غلامی اور اس کے کرب سے نجات دلا سکتا ہو۔ اب اس مجدد دین کی



ضرورت تھی جو ”محی الدین“ حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نائب مناب ہوتا کہ دین کو پھر سے وہی آب و تاب نصیب ہو۔ اسلامی کیلنڈر میں رمضان المبارک، صبر و سکوت، عبادت و ریاضت، رحمت و بشارت، آزادی و مغفرت، نزول قرآن اور لیلۃ القدر کا مہینہ ہے اور یہ سب سعادتی اس کیلئے جو صیام رمضان کی حرمت کی پاسداری کرے۔ قول و عمل سے، قلب و نظر سے شہر رمضان کے بعد شوال المکرم، کامیابیوں اور کامرانیوں کی نوید جانفرا کا مہینہ، مسرتوں کے عود و وصول کا مہینہ، عید کا مہینہ، مسلمان ایک طویل عرصہ سے ابتلا و آزمائش میں تھے۔ صوم کی حالت میں تھے غزہ شوال کی آمد کا شہرہ بلند ہوا۔ نویدان عید سے ایک اور نوید سعید۔ اشوال، ولادت امام احمد رضا۔ امام احمد رضا، تین لفظوں پر مشتمل، شخصیت کی تمام جہتوں کا جامع مظہر:

امام:

علوم قدیمہ و جدیدہ کا عقدہ کشا، شریعت و طریقت میں پیشوا، مذہب و سیاست میں مقتدا، معیشت و معاشرت میں رہنما۔

احمد:

شخصیت کا ایک اور پہلو، تادم مرگ، ہر نفس ہر گام، قابل تعریف کام کر نیوالا۔ جس کی ہر بات اور ہر ادا قابل تعریف، یہی نہیں، حمربت ذوالجلال اور نعت مصطفیٰ ﷺ میں سب پر سبقت لے جانے والا۔

رضا:

دنیوی اور اخروی حیات رضا کی ایک اور جہت خدائے بزرگ و برتر اور محبوب رب کائنات ﷺ کی خوشنودی و رضا پہ سر تسلیم خم نفس مطمئنہ، راضیہ مرضیہ ”والذین اتبعواہم باحسان“ کی راہ پر سختی سے عامل فوز عظیم کا حامل، رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رضو عنہ کے زمرہ میں شامل۔ یہ تھے امام احمد رضا خاں بریلوی۔ غیور خاندان کے غیور فرد۔

دادا:

مولانا رضا علی خان۔ جہاد آزادی میں شرکت کی بدولت جس کے سر کی قیمت لگادی گئی۔ زمینیں ضبط۔ گھوڑے چرائے گئے۔ مگر مولانا رضا علی خاں ثابت قدم صاحب سیف و قلم، صاحب قلب و نظر۔

والد:

مولانا تقی علی خاں، جہاد آزادی میں ”علماء کونسل“ کے فعال رکن۔ عظیم مجاہد..... اپنے وقت کے بہت بڑے محقق، مصنف، معلم، صاحب سلسلہ، بانی ”مدرسہ مصباح الجہد“ حب رسول سے سرشار، آنحضرت ﷺ کے بلند پایہ سیرت نگار۔

امام احمد رضا کو دینی، ملی، فکری حمیت و غیرت، علم و عمل کی ہم آہنگی، حضور پر نور محمد مصطفیٰ ﷺ سے شیفتگی کی خصوصیات وراثتاً ملی ہیں۔ سات سال تک بچے کی شخصیت کا باطن پختہ ہو جاتا ہے۔ امام احمد رضا چھ سال کی عمر میں منبر پر بیٹھ کر میلاد شریف کے موضوع پر فصیح و بلیغ تقریر فرماتے ہیں۔ تیرہ سال دس ماہ کی مختصر عمر میں علوم دینیہ عقلیہ و نقلیہ سے فراغت پا کر ۱۲۸۶ھ میں رضاعت پر ایک محققانہ فیصلہ لکھ کر فتویٰ نویسی کا آغاز کرتے ہیں اور لگ بھگ پچپن سال تحقیق و تدقیق سے علمائے عرب و عجم کو مخر کئے رکھا۔

برصغیر پاک و ہند میں تجدید دین کے سلسلہ میں دو نام نہایت معتبر ہیں اور دونوں قدرے مماثل، اپنے تجدیدی کارناموں کے حوالے سے دونوں نام، حضور ﷺ کے اسم مبارک ”احمد“ سے ماخوذ

توحید میں آمیزش کی گئی۔ تو حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز تشریف لائے۔

توحید و رسالت کی توفیق کم کرنے اور تنقیص رسالت کی ناپاک کوشش کی گئی تو امام احمد رضا خاں بریلوی سامنے آئے۔

حضرت مجدد الف ثانی کی مساعی سے دین الہی کا خاتمہ ہوا اور مغلیہ سلطنت مسلم حکومت کا روپ اختیار کر سکی۔  
امام احمد رضا کی جدوجہد سے خلافتی دین کا استیصال ممکن ہوا اور مسلمان، مسلمان رہ سکے۔ کاروان حریت صحیح سمت کوراواں دواں ہوا اور  
ایک نیا ملک ”پاکستان“ معرض وجود میں آیا۔

حضرت مجدد الف ثانی مجددیہ سلسلہ کے سربراہ، ہزاروں اولیائے عظام آپ سے فیضیاب۔  
امام احمد رضا رضویہ سلسلہ کے پیشوا، امت محمدیہ میں صراط مستقیم پر گامزن افراد کی محبتوں اور امیدوں کے مرکز، اہل سنت و جماعت کی  
شناخت۔

امام احمد رضا کی تجدیدی سعی بلیغ، حضرت شیخ احمد سرہندی کی نورانی مساعی کا تسلسل اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ، امام مہدی قدس سرہ العزیز کی  
آمد تک امام احمد رضا خاں ہی ”مجددیت“ پر فائز ہیں۔ اس لئے کہ یہ صدی ہمارے سامنے ہے اور علماء اہل سنت و جماعت چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں  
منقسم، چہ جائیکہ وہ خود کوئی تجدیدی کارنامہ سرانجام دے سکیں۔ اپنے اپنے ذاتی مفادات کو امام بنائے دوسروں کی مدح سرائی میں مصروف، اعلیٰ  
حضرت کی زندگی ہر مقام و ہر لمحہ آئینہ درہنما ہے شرط یہ کہ ہم اپنی ”انا“ سے بلند تر ہوں..... اور..... کوئی اور فرد بھی اس مرتبہ کا نہیں ہوا جس کی ذات  
پر علماء و صوفیہ مجتمع ہوئے ہوں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کی شخصیت پر اپنے عہد کے علماء محققین، اور صوفیائے کبار جمع تھے۔  
فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز کی حیات مبارکہ کے علمی پہلو پر بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جا رہا ہے مگر ابھی تک  
ان کی روحانی اور صوفیانہ زندگی کی تعلیمات و تجربات کا پہلو شاید تشنہ رہا ہے۔

کوئی بھی مجدد محض علمی مناظرات کی بدولت احیائے دین کے فریضہ سے عہدہ برا نہیں ہو سکتا۔ تاج الفحول، محبت رسول مولانا عبدالقادر  
بدایونی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے مشورہ سے ۱۲۹۴ھ میں مولانا قاضی علی خاں کے ہمراہ سید آل رسول مارہروی کے آستان رشک آسمان پر حاضر ہوئے،  
بیعت و خلافت و اجازت اور سند حدیث سے نوازے گئے۔ فاضل بریلوی نے تاج الفحول کی شان میں جو قصیدہ مبارکہ لکھا ہے اس میں اس طرف  
اشارہ بھی کیا ہے۔

تیری	نعت	کا	شکر	کیا	کیجئے
تجھ	سے	کیا	ملا	محبت	رسول
اور	تو	اور	شیخ	تجھ	سے
اس	سے	بڑھ	کر	ہے	کیا
اس	کے	در	تک	رسائی	تجھ
تو	ہوا	رہنما	محبت	رسول	

۲۶ شوال المکرم ۱۲۹۵ھ کو حج بیت اللہ و زیارت روضہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کیلئے تشریف لے گئے۔ سید احمد دحلان کی مفتی  
شافعیہ اور عبدالرحمن سراج مفتی حنفیہ سے حدیث، فقہ اور اصول تفسیر میں اسناد روایت حاصل ہوتی ہے۔ امام شافعیہ حسین بن موسیٰ جمل الیل  
بغیر سابقہ تعارف گھر لے جاتے ہیں پیشانی کو غور سے دیکھتے ہیں اور پکاراٹھتے ہیں ”انسی لاجد نور اللہ من ہذا الجبین“ اور صحاح ستہ کی  
سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں۔ ضیاء الدین (دین کی ضیاء) نام دیتے ہیں۔ مسجد خیف میں مغفرت کی بشارت ملتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کی زندگی کا ایک ایک ثانیہ کہہ رہا ہے کہ وہ مادرزاد ولی تھے اور یہ وہ ازلی عنایت ربانی تھی کہ تفسیر و تعبیر قرآن  
و حدیث میں کہیں زبان و قلم اور قلب و نظر سے لغزش نہیں کی۔ برصغیر کے اس فقیہ اعظم نے ہزاروں علمی، ادبی، فکری، سماجی، سیاسی، اخلاقی، روحانی،



سائنسی مسائل پر اپنی تحقیقات پیش کی ہیں اور سینکڑوں مستقل تصانیف..... ان بیشمار علوم کا جائزہ لیں تو ان میں کتنے ہی علوم ایسے ہیں جن میں کسی بھی استاد سے اخذ کیا، نہ پڑھ کر، نہ سن کر، نہ باہمی گفتگو سے..... ان میں چودہ سائنسی علوم، دس علوم نقلیہ اور دس ادب و فن سے تعلق رکھتے ہیں۔ انکی صرف تحصیل ہی نہیں کی ان میں اضافوں سے ترقی بھی دی۔ یہ سب کیا تھا؟ علام الغیوب نے حضور عالم ماکان و مایکون کی محبت و اطاعت اور حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی کے طفیل انوارِ علمیہ قلب و قلم رضا پر ضو لگن تھے۔ فاضل بریلوی کی باطنی نظر پر منکشف تھے۔ امام احمد رضا جہاں مقام مجددیت پر فائز تھے۔ اپنے عہد کے قطب مدار بھی تھے۔ یہ رتبہ عالی، انہیں حضور غوث الاعظم سیدنا سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی غلامی اور محبت سے نصیب ہوا تھا فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

میری قسمت کی قسم کھائیں سگان بغداد  
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

اور فرماتے ہیں:

تو قوت دے میں تنہا کام بسیار  
بدن کمزور، دل کاہل ہے یا غوث  
عدو بدین مذہب والے حاسد  
تو ہی تنہا کا زور دل ہے یا غوث  
دیا مجھ کو انہیں محروم چھوڑا  
مرا کیا جرم، حق فاصل ہے یا غوث  
خدا سے لیں لڑائی وہ ہے معطل  
نبی قاسم ہے تو موصل ہے یا غوث

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ یہ محض شاعری ہے، استغاثہ بحضور سید الاقطاب غوث الاعظم، سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے تو اسے ان مقتدر حضرات کی اس فہرست کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے جن کی دہلیز پر ایک زمانہ ناصیہ فرسا ہے اور جنہیں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے مختلف ممالک میں تبلیغ ایمان و عرفان کے سلسلہ میں متعین فرمایا۔ صرف برصغیر ہی میں نہیں، عرب، بلاد مغرب، مشرق بعید، یورپ، افریقہ، امریکہ تک رابطہ پھیلا ہوا تھا۔ جن کے واسطے سے اسلام اور تصوف اسلام کی روایات پہنچتے ہوئے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی صاحب دل ان کی سیرت کے اس پہلو کو نمایاں کرے اس عظیم انسان کی عبادت و ریاضت شاقہ کا تصور تو کیجئے جس کی پوری زندگی کا لمحہ متابعت پیغمبر ﷺ سے عبارت ہو۔ وہ تو فنا فی الرسول کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔ ان کی بقا سنت نبوی سے مقرون تھی۔ انہیں دیکھ کر اسوۂ رسول ﷺ کا عکس نظر آتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کو سیدنا امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص عقیدت و محبت تھی، فاضل بریلوی نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کا ہمیشہ اثبات و احترام کیا۔ ”فتاویٰ رضویہ“ کہنے کو تو مختلف مسائل پر امام احمد رضا خاں کی تحقیقی تحاریر ہیں۔ حقیقت میں علوم و فنون کا ایک سمندر موجزن ہے۔ بارہ سو (۱۲۰۰) سالہ فقہی تاریخ کا ارتقائی باب ہے کتنے ہی پیش رو فقیہ ہیں جن کی اجتہادی آرا کی تنقیح و تہذیب کی اور ان میں اپنی طرف سے اضافہ بھی..... ”اقول“ کہہ کر جب وہ دلائل کا انبار لگا دیتے ہیں تو مسئلہ تو واضح ہو ہی جاتا ہے لیکن مخالف کیلئے راہ فرار بھی مسدود ہو جاتی ہے اور وہ تحریر ایک مستقل تصنیف تیار ہو کر سامنے آتی ہے۔ اس طرح کے سینکڑوں رسائل ”فتاویٰ رضویہ“ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ جس زبان میں استفتا آتا، اسی زبان میں جواب دیا جاتا۔ جس رنگ واد میں سوال کیا گیا۔ اسی رنگ واد میں جواب دیا گیا۔ جس فن کی بابت گفتگو ہوئی اسکی انتہائی تحقیق پیش کر دی ہے۔ یہی نہیں ”شکر اسلوب پر شکوہ اور شاندار ہے۔ جاندار اور توانا ہے۔ ان کا نظریہ اسلوب افادی

اور مقصدی ہے اس لئے موضوع ہی اساس فکر رہتا ہے۔ انہوں نے کبھی عمداترین و آرائش کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس کے باوصف ان کے جملوں میں اندرونی آہنگ پیدا ہوتا ہے جو ایک لطیف سی مٹھاس لئے ہوتا ہے۔ ان کے اسلوب نگارش کا رعب اور دبہ اس وقت دیدنی ہوتا ہے جب مخالف کے بچنے ادھیڑنے ہوں یا کسی گستاخ رسول کی خبر لینی ہو۔ زبان و بیان پر اس قدر عبور کہ محاورات مستعملہ کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم لغت تیار ہو سکتا ہے۔ ”قرآن عظیم“ کا ترجمہ ”کنز الایمان“ فاضل بریلوی کا وہ شاہکار ہے کہ جس پر سنتیت جتنا فخر کرے کم ہے۔ کنز الایمان نے بہت سے دلوں کے بجھتے چراغوں کو ایمان کی ضیاء سے جلا بخش دی۔ قرآن مجید حضور ﷺ کا دوا می مجرہ ہے۔ رب ذوالجلال کا پاکیزہ و پر نور کلام۔ تحریف سے مبرا، اسکا اسلوب اہل عرب کے مخصوص اسلوب سے بہتر و برتر اور منفرد، اسکی فصاحت و بلاغت انسان کی قوت تخیل و بیان کی رسائی سے بالاتر، کلمات و تراکیب بلند، لطیف اور شیریں، پھر بے تکلفی اور بے ساختگی..... اس کے مضامین و مطالب کی گہرائی، گیرائی، ہمہ گیری اور ناقابل مقابلہ قطعیت..... جس سے صرف ایک واقف اسرار و رموز شریعت ہی آگا ہو سکتا ہے۔

مترجم کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ دونوں زبانوں خاص کر جس زبان میں ترجمہ کر رہا ہے۔ اس زبان کے کلچر، اسکے مآخذ، اسکی تاریخی روایات، اس کے ارتقا، لغت، روزمرہ محاورہ، اسکے اسالیب، اسکی فکر، اسکی نظریاتی اساس، اسکی محبتوں، نفرتوں، اس کے علاوہ فلسفہ، منطق، کلام، غرض علوم متداولہ جو اس کیلئے ضروری ہیں، ان پر دسترس رکھتا ہو، مترجم کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی سرشت میں اطاعت و وفاداری، مختلف زبانوں کے اندر جنم لیتے ہوئے لسانی اظہارات، اور مختلف مقامات و مراحل پر بدلتے ہوئے طرز سے فہم و ادراک رکھتا ہو۔ ابلاغ و اظہار کے متنوع اور موزوں ترین وسائل کو استعمال کر سکتا ہو مترادف و مرادف الفاظ میں سے مناسب ترین الفاظ کے انتخاب پر قادر ہو۔

ان اصولوں کو پیش نظر رکھیں اور کنز الایمان کا مطالعہ کریں تو احساس ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے لفظوں کے انتخاب میں کتنے گہرے شعور اور فہم و فراست کا ثبوت دیا ہے اور پھر کہیں بھی قرآن مجید کے اسلوب کو مجروح نہیں ہونے دیا..... اور..... عشق بن یہ ادب نہیں آتا۔

صرف ایک لفظ ”قل“ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

اشرف علی تھانوی ترجمہ کرتے ہیں ”آپ کہہ دیجئے“

عبدالحق حقانی ترجمہ کرتے ہیں ”اے نبی کہہ دو“

فاضل بریلوی ترجمہ فرماتے ہیں ”تم فرماؤ“

تھانوی صاحب کے ترجمہ سے تاثر ابھرتا ہے کہ رسول پاک ﷺ (نعوذ باللہ) خدائے ذوالجلال سے برتری ہستی کے مالک ہیں۔ یہ قرآن کا اسلوب بھی نہیں اور درست ترجمہ بھی نہیں۔ اسی طرح عبدالحق حقانی کے ترجمہ سے وقار نبوت کو ٹھیس پہنچ رہی ہے۔ ان کے مقابلہ میں اعلیٰ حضرت کا ترجمہ سے واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کہ ”قل“ ارشاد فرمانے والی ہستی حضور سید عالم ﷺ سے بالاتر ہے اسی لئے ”تم“ کے لفظ کا انتخاب کیا گیا اور ساتھ ”فرماؤ“ کہہ کر نبی اکرم ﷺ کے اختیارات کی طرف بھی اشارہ کر دیا۔ اور

بعد از خدا بزرگ تو کی قصہ مختصر

علماء و حکماء اور فقہاء میں اس تحقیق و تجزیہ کی مالک شخصیت اور شاید ہی شعر و سخن کا اتنا عمدہ ذوق اور اتنا عظیم شاعر بھی ہو۔ یہ دو متضاد پہلو ہیں، جو ”اجتماع ضدین“ کا حکم رکھتے ہیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شاعری اپنے معاصرین و رولوں سے بہر نفع خوبصورت ہے۔

شاعری جمال ذات سے جنم لیتی ہے اور اس کے ادراک کیلئے شعور حسن و جمال اور شور و جنوں کے مدرکات و محسوسات سے انتساب ضروری ہے۔ اسکے عدم احساس سے ہم شاعر کی بصیرت کا سراغ لگانے میں ناکام رہتے ہیں۔ شاعر اپنی تخلیقی کیفیت کے دوران میں وسیع تر تجربات سے گزرتا ہے جو بعض اوقات اس کی عام منکشف حیات سے بظاہر بعید و غیر مربوط ہوتے ہیں۔ ان بیشمار تجربات کو وہ ایک اخلاق و فعال ذہن سے منظم و مرتب کرتا ہے اس میں اشتعال جذبات کا ایک سیل بے کراں ہوتا ہے مگر حسن ترتیب سے۔



فاضل بریلوی کا مجموعہ کلام حدائق بخشش اردو نعت کا عظیم کلاسیک ہے اس میں وہ تمام جواہر موجود ہیں جن سے ترکیب پاک کوئی کتاب (یا شاعر اس حوالہ سے) کلاسیک کا مقام حاصل کر پاتا ہے۔ افکار میں معنوی بلندی، مضامین میں تنوع، فن پر مکمل گرفت، اسلوب میں تمکنت اور وقار، تاریخی، تہذیبی اور عصری شعور، سبھی دھارے اس دریائے بے کنار کا حصہ بنتے نظر آتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ بصارت و بصیرت پر سے تعصب و عناد کے پیدا کردہ حجابات اٹھا دیئے جائیں اور بے لاگ اور دقت نگاہ سے کام لے کر کلام کا مطالعہ کیا جائے۔

لیکن یہ تعصب اور عناد، تاریخ ادبیات اردو کے مورخین آج بھی اسکا شکار ہیں محمد حسین آزاد نے ”آب حیات“ تذکرہ شعر الکتھا تو سنی شعر اکتاب بدر ہو گئے اور جتنے شیعہ تخلیق کار تھے ان کو آراستہ پیراستہ انداز میں صدر نشین کیا گیا۔ حامد حسن قادری نے ”داستان تاریخ اردو“ رقم کی توجس قدر جدید مذہب نواز، نیچری، تقویت الایمانی مصنفین تھے سب ”داستان“ کا حصہ بن گئے مگر ”قادری صاحب“ کی نظر خاندان رضا کی علمی ادبی مصنفات پر پڑتے ہی خیرہ ہو گئی۔ آج بھی کتنے ”نعت“ کے نام نہاد محققین اور مورخین ہیں جو حالی اور ظفر علی خاں وغیرہ کو تاریخ نعت گوئی کا سالار و امام بنائے بیٹھے ہیں۔ مولانا حالی کے مسدس کے بند ”وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا“ فخریہ پیش کرتے ہیں اور یہ کبھی خیال نہیں کیا کہ مولانا حالی تنقیص شان رسالت کے مرتکب بھی ہوئے ہیں۔ ظفر علی خاں تو اپنی نعت میں تاریخی حقائق تک ملحوظ نہیں رکھ پائے آداب رسالت کے تقاضوں کی انہیں کیا خبر..... حالی کے ان بندوں پر معروف نقاد محمد حسن عسکری کی تنقید پڑھنے کے لائق ہے تعلیم قرآن و سنت کی یہ شان دیکھنی ہے تو کلام امام احمد رضا کا نظارہ کریں مگر چشم قلب و نظر سے:

جو کہے شعرو پاس شرع دونوں کا حسن کیوں کر آئے

لا اسے پیش جلوہ زمزمہ رضا کہ یوں

تخلیق شاعر کی ہستی ظاہر و باطن کی عکاس و آئینہ دار ہوئی ہے۔ جہاں شعری تخلیق اور تخلیقی زندگی ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ اس کے ایک ایک شعر میں شاعر کا دل دھڑکتا محسوس ہوتا ہے۔ ”حدائق بخشش“ کا ایک ایک فن پارہ ”کتاب و سنت“ کی خوبصورت تفصیل و تفسیر پیش کر رہا ہے۔ فاضل بریلوی نے اگر یہ کہا ہے کہ:

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

تو بجا ارشاد فرمایا ہے صرف ایک شعر جمال حضور ﷺ میں سماعت فرمائیے۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں

بھی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

”خلقت مبرا من کل عیب“ اور ”گمان نقص جہاں نہیں“ ایک ہی مطلب کے دو پہلو ہیں اور استعاروں میں تشبیہاتی رنگ ملاحظہ ہو۔ آپ نے کہیں بھی کسی بھی شاخ پر کوئی بھی پھول بغیر خار کے نہیں دیکھا ہوگا اور نہ کوئی ایسی شمع نظر آئے گی جو دھواں نہ دے۔ اس میں سماجی حوالہ بھی ہے اسی لئے جب کسی شعر کی تشریح کریں گے تو اس کے کلچر سے شناسائی بھی ضروری ہے کہ ممکن ہے آج کل ایسے پھول تیار ہو رہے ہوں۔

اعلیٰ حضرت کے بہت سے شعری فن پاروں میں سلام رضا ایک عظیم فن پارہ ہے اس کی تعریف کیلئے لفظوں کا انتخاب ممکن نہیں۔ جب سے مرحوم اختر الہامی نے سلام رضا پر تفسیر کی ہے بہت سے شعرا ”لہو لگا کر شہیدوں میں نام کرتے ہیں“ اعلیٰ حضرت کے نام و کلام کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب ”سلام رضا تفسیر و تفہیم اور تجربہ“ میں اس بات کی وضاحت کی امکانی کوشش کی تھی کہ تفسیر کیا ہے؟ اس کے حدود کیا ہیں؟ تفسیر کی کامیابی کا انحصار کن باتوں پر ہے اور تفسیر نگار کو کن خصوصیات کا حامل ہونا ضروری ہے۔

بعض حضرات نے تفسیر کے شوق میں اعلیٰ حضرت کے کلام کو بگاڑنا شروع کر دیا۔ سلام رضا کی تفسیر کو محض بچوں کا کھیل سمجھ کر تفسیروں پر تفسیریں کہہ ماری ہیں۔ ہم ایک بار پھر شعراء کرام سے عرض گزار ہیں ”کلام رضا“ کی تفسیر کے علاوہ بھی شاعری کا میدان ہے۔

عبدالعزیز بریلوی کے مطابق سلام رضا خواص کی نظر کی عینک ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے کلام پر بھی بعض کم سوادان سخن معترض ہوئے ہیں سلام رضا کے متعلق اپنی بساط کے مطابق اعتراضات کا جواب لکھا ہے اعلیٰ حضرت کے عہد میں بھی یہ سلسلہ شروع ہوا تھا جو علمی اور فقہی اعتراض تھے ان کے جواب خود اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمائے جو مختلف رسالوں کی صورت میں شائع ہوئے۔ فاضل بریلوی نے شاہ ابوالحسن نوری کی خدمت میں مشرقستان قدس کے عنوان سے قصیدہ پیش کیا جس پر مذاق میاں بدایونی کے حلقہ کی طرف سے اعتراض اٹھائے گئے اور ان کے جواب اور ”مشرقستان اقدس“ کی تائید میں مولانا علی احمد خاں اسیر نے ”مشرقستان اقدس“ کے نام سے ایک رسالہ رقم کیا اس انداز کے ادبی معرکے ہر دور میں ہر بڑے شاعر سے ہوتے رہے ہیں۔

امام احمد رضا خاں بریلوی سیاست و مذہب میں تفریق کے قائل نہ تھے لیکن وہ سیاست میں بے سمت ہنگامہ آرائی اور بے یقین قدم روی کے بھی قائل نہ تھے۔ وہ ایک سیاسی مدبر و مفکر تھے سیاستدان نہ تھے۔ سیاستدان ابن الوقت ہوتا ہے۔ مدبر آدمی کے عزائم مستقل اور اٹل ہوتے ہیں۔ اسکی سیاست کا محور حق و باطل میں امتیاز ہوتا ہے۔

تحریک خلاف کا دور زبردست ہنگامہ آرائی اور جنوں گسٹری کا دور تھا۔ قائد اعظم اس لاقانونیت کے سامنے بے بس، اقبال انکے اخلاق سے بیزار، ان کی بددیانتیوں کے گلہ گزار، علماء حق ان کے خلاف اور یہ اکبر کے دین الہی کے احیاء کا عزم لے کر آئے تھے۔ ہندو مسلمانوں کو استعمال کر رہے تھے اور یہ انہیں اتار کا درجہ دے رہے تھے۔ بحث چھڑ گئی۔ ہندوستان دارالحرب ہے کہ دارالسلام؟ اعلیٰ حضرت نے بات کی، حق کی، اور یہ گروہ مخرفین ان کے شدید خلاف ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت کب خوف کھاتے۔ لیکن ان لوگوں سے اور تو کچھ نہ ہو سکا۔ ایک الزام لگانا تھا سولگادیا کہ اعلیٰ حضرت نے انگریز کی مرضی کے مطابق فتویٰ دیا۔ یہ دور جذباتی نعرہ بازی کا دور تھا، جھوٹ اتنا بولو کہ سچ لگنے لگے۔ اتنا جھوٹ بولا گیا۔ کہ جو بزدل تھے وہ طاقتور اور بہادر بنادیئے گئے جو انگریز کی سرکار کے وظیفہ خوار تھے وہ انگریز کے خلاف مجاہد بنادیئے گئے۔ مورخ کذب آفرین، کتابیں جعلی، عبارتیں جعلی، ”جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔“

تمام شمس العلماء، نواب زادگان اور نواب صاحبان کا کردار سب کے سامنے ہے۔ فاضل بریلوی کے خاندان کے کسی فرد نے سرکار انگلشیہ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ کوئی خطاب حاصل نہیں کیا۔ مخالفین و معاندین کی کتابیں خود اپنے احباب کی نشاندہی کر رہی ہیں کہ فلاں تاریخ، فلاں وقت صاحب بہادر آپ سے شرف تعاون بخشیں گے۔ اعلیٰ حضرت پر انگریز نوازی کا الزام بعینہ اسی طرح ہے جس طرح حسن بن صباح امام باطنیہ کے عہد میں فدائین کا خوف اور دہشت اس قدر زیادہ، اور عباسیہ اتنے بے بس تھے کہ وہ پھلتے جا رہے تھے۔ جس شخص کو سرعام دربا میں قتل کرانا ہوا، اس کا نام فدائین سے منسوب کر دیا جاتا۔ بس اس کا قصہ تمام نہ تحقیق نہ تفتیش۔

زبانی روایات پھیلانے میں غلام رسول مہر اور ان کے احباب بہت تیز تھے لیکن ہم اس سلسلہ میں صرف اتنا کہیں گے کہ کوئی ایک روایت تحریری، جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ فاضل بریلوی کسی انگریز کے دربار میں گئے ہوں یا کوئی انگریز افسر، ریڈیڈنٹ وغیرہ ان سے ملا ہو۔

آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس

تحریک پاکستان میں خاندان رضا کی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں اگر کوئی نظریہ پاکستان ہے اور اگر اس کی بنیاد اسلامی ہے تو پھر اسکے سب سے بڑے تخلیق کار فاضل بریلوی ہیں۔ لیکن یہ حالات کی ستم ظریفی نہیں کہ لاکھوں کی تعداد میں سنی کہلوانے والے موجود، وزارتوں کا شوق چرائے تو حکومتوں کیساتھ مگر سنی کا زکیلے کام کرنا ہو تو صفر۔ پاکستان کی اٹھان سنی کانفرنس سے ہوئی مگر پاکستان بنا۔ مطالعہ پاکستان اور تاریخ کے اوراق سامنے آئے تو کسی سنی کا نام نہیں تھا۔ یہ کس کی غیرت کو پکارا جا رہا ہے۔

آج بھی اگر اہل سنت و جماعت ایک جانہ ہو سکے تو پھر اللہ ہی حافظ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی پر یہ چند تاثراتی صفحات بہ عجلت تمام لکھے گئے ہیں، حاضر علماء کرام سے معذرت کے ساتھ۔ والسلام



# اسلام میں شراب کی حیثیت

حضرت علامہ ابوالفتح محمد بن عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَثَمَنَهَا وَحَرَّمَ الْمَيْتَةَ وَثَمَنَهَا وَحَرَّمَ الْخَنْزِيرَ وَثَمَنَهُ“ (۲)

”فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ شراب کو اور اس کی قیمت کو اور بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے مردار اور خنزیر کو اور اس کی قیمت کو۔“

حدیث پاک: ۲

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعلان کہ شراب حرام ہو چکی ہے:

امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا:

”خَطَبَ عُمَرُ عَلَى مَنبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ أَشْيَاءَ الْعَنْبُ وَالتَّمْرُ وَالْخِنْطَةُ وَالشَّعِيرُ وَالْعَسَلُ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ“ (۳)

”فرمایا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اے لوگو بالتحقیق شراب کے حرام ہونے کا حکم نازل ہو چکا ہے اور شراب پانچ چیزوں سے بنائی جاتی ہے، انگور، کھجور، گندم، جو، شہد۔ پھر فرمایا ہر وہ چیز جو خامر العقل ہو (جو چیز نشہ دے) وہ شراب ہے۔“

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ۔“ اما بعد!

اسلام میں شراب حرام ہے۔ ام الخبائث ہے اس کا پینا کبیرہ گناہ اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے۔ ”قرآن مجید فرقان مجید“ میں اللہ تعالیٰ نے:

”إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ“

فرما کر شراب کو حرام قرار دیا ہے، اور ”قرآن مجید“ کی اسی آیت مبارکہ سے شراب کی حرمت کسی ملاں مولوی نے نہیں بلکہ اسی ذات والا صفات نے بیان کی ہے جس ذات اقدس کو اللہ تعالیٰ نے یہ ڈگری عطا کی ہے:

”وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ“ (۱)  
”اے محبوب ہم نے کتاب قرآن مجید آپ پر نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کو بتائیں کہ کیا حکم نازل ہوا ہے۔“

اسی رسول مکرم حبیب محترم ﷺ کے شراب کے متعلق ارشادات مبارکہ پڑھئے۔

حدیث پاک: ۱

شراب اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی ہے:

۱: ”قرآن مجید“۔

۲: ”رواہ ابوداؤد“ الزواجر، صفحہ: ۱۵۱، جلد: ۲۔

۳: ”رواہ البخاری“ مشکوٰۃ، صفحہ: ۷۱۳۔

### حدیث پاک: ۳

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر نشہ آور چیز

حرام ہے:

”عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْبُتْعِ وَهُوَ نَبِيذُ الْعَسَلِ فَقَالَ كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ“ (۳)  
”ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے بیچ کے متعلق سوال کیا جو کہ شہد سے بنایا جاتا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے۔“

### حدیث پاک: ۴

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ وعدہ لیا ہے کہ جو شخص نشہ آور چیز پئے اسے روز قیامت طہیۃ الخبال پلایا جائے گا:

سیدنا جابر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:  
”ایک شخص یمن سے آیا اور رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ملک میں لوگ شراب پیتے ہیں جو کہ ذرہ (جوار) سے بنائی جاتی اسے لوگ ”مرز“ کہتے ہیں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟  
یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”أَوْ مُسْكِرٌ هُوَ“

”کیا وہ نشہ دیتی ہے؟“

اس سوالی نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ ﷺ وہ نشہ دیتی ہے۔“

تو فرمایا:

”كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ“

”ہر نشہ آور حرام ہے۔“

### پھر فرمایا:

”إِنَّ عَلَى اللَّهِ لَعَهْدًا لِمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ قَالَ عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ أَوْ عَصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ: وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ صَدِيدُ أَهْلِ النَّارِ“ (۵)

”اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو بھی نشہ آور چیز پئے گا اس کو روز قیامت طہیۃ الخبال پلایا جائے گا۔ یہ سن کر سامعین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ طہیۃ الخبال کیا ہے تو فرمایا وہ دوزخیوں کی پیپ ہے۔“  
الامان الحفیظ

### حدیث پاک: ۵

جو شراب پئے وہ روز قیامت پیاسا اٹھایا جائیگا:

”مَنْ شَرَبَ الْخُمْرَ آتَى عَطْشَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ“ (۶)  
”جس نے شراب پی وہ قیامت کے دن پیاسا اٹھایا جائیگا۔“

### حدیث پاک: ۶

جس شخص نے شراب پی اس کے اندر سے نور

ایمان خارج ہو جائے گا:

”مَنْ شَرَبَ الْخُمْرَ خَرَجَ نُورُ الْإِيمَانِ مِنْ جَوْفِهِ“ (۷)  
”جس نے شراب پی اس کے اندر سے نور ایمان نکل گیا۔“

### حدیث پاک: ۷

میری امت شراب کا نام بدل کر پئیں گے ان

کے سروں پر گریز ماری جائیں گی:

”يَشْرَبُ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي الْخُمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا يُضْرَبُ عَلَى رُءُوسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْقِنَاتِ“ (۸)

۳: ”صحیح بخاری“ صحیح مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: ۳۱۷۔

۵: ”الزَّوْجَر“ صفحہ: ۱۲۵ ”صحیح مسلم“ ”مشکوٰۃ“ صفحہ: ۱۷۔

۶: ”الزَّوْجَر“ جلد: ۲، صفحہ: ۱۵۳۔

۷: ”الزَّوْجَر“ جلد: ۲، صفحہ: ۱۵۳۔

۸: ”الزَّوْجَر“ جلد: ۲، صفحہ: ۱۵۳۔

”میری امت سے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر پییں گے اور ایسے لوگوں کے سروں پر گرزیں ماری جائیں گی۔“

حدیث پاک: ۸

شرابی مرجائے تو اسے اللہ بدکار عورتوں کی شرمگاہوں کی گندگی پلائے گا:

”مَنْ مَاتَ مِنَ الْخَمْرِ سَقَاهُ اللَّهُ جَلَّ وَعَلَا مِنْ نَهْرِ الْغُوطَةِ قَبِيلٍ وَمَنْ نَهْرُ الْغُوطَةِ قَالَ نَهْرٌ يَجْرِي مِنْ فُرُوجِ الْمَوْصَاتِ“ (۹)

”شرابی اگر مرجائے تو اللہ تعالیٰ اسے نہر غوطہ سے پلائے گا عرض کیا گیا وہ نہر غوطہ کیا ہے تو فرمایا وہ بدکار عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلتی ہے۔“

حدیث پاک: ۹

شرابی جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا:

”يُرَاحُ رِيحُ الْجَنَّةِ مَسِيرَةَ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ وَلَا يَجِدُ رِيحَهَا مَنَّانٌ بِعَمَلِهِ وَلَا عَاقٌ وَلَا مُدْمِنٌ خَمْرٍ“ (۱۰)

”جنت کی خوشبو پانچ سو سال کے فاصلہ سے سونگھی جاسکتی ہے لیکن اس خوشبو کو نہ تو نیکی کر کے جتانے والا حاصل کر سکتا ہے نہ ہی ماں باپ کا نافرمان اور نہ ہی شرابی حاصل کر سکتا ہے۔“

حدیث پاک: ۱۰

رسول اللہ ﷺ نے شراب پینے سے منع فرمایا

اور فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے:

”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَالْكُوبَةِ وَالْغُبِيرَاءِ وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ“ (۱۱)

”نبی اکرم ﷺ نے شراب سے اور جوئے سے نیز زرد و شترج اور برہٹ سے منع فرمایا اور فرمایا ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے۔“

حدیث پاک: ۱۱

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شراب پینے والے پر جنت حرام ہے:

”عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مَدُّ مِنَ الْخَمْرِ وَالْعَاقُ وَالَّذِي يُقْرِ فِي أَهْلِهِ الْخَبْثَ“ (۱۲)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین بندے ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے۔ شرابی، ماں باپ کا نافرمان، دیوث (جو کہ اپنے گھر میں خباثت (بے حیائی) رکھتا ہے)۔“

حدیث پاک: ۱۲

شرابی مرجائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں

بت پرست کی طرح حاضر ہوگا:

”عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَدْمِنٌ الْخَمْرِ إِنْ مَاتَ لَقِيَ اللَّهَ تَعَالَى كَعَبِيدٍ وَثَنَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ أَبِي شَيْبَةَ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ وَقَالَ ذَكَرَ الْبُخَارِيُّ فِي التَّارِيخِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ“ (۱۳)

”فرمایا رسول اللہ ﷺ نے شرابی اگر مرجائے (توبہ کے بغیر) تو وہ اللہ تعالیٰ کے دربار حاضر ہوگا جیسے بت پرست ہوتا ہے۔“

حدیث پاک: ۱۳

جس کا اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان

ہے وہ شراب ہرگز نہ پئے:

”مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَشْرِبُ الْخَمْرَ“

۹: ”الزواج“ جلد: ۲، صفحہ: ۱۵۲۔

۱۰: ”الزواج“ صفحہ: ۱۵۳۔

۱۱: ”رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ“ صفحہ: ۳۱۸۔

۱۲: ”رواہ احمد والنسائی، مشکوٰۃ“ صفحہ: ۳۱۸۔

۱۳: ”مشکوٰۃ شریف“ صفحہ: ۳۱۸۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَجْلِسُ عَلَى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ-“ (۱۳)

”فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ شراب نہ پئے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پی جاتی ہے۔“

حدیث پاک: ۱۳

شراب پر اور شراب پینے پلانے والے پر بنانے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے:

”اتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ ﷺ إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْخَمْرَ وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ وَبَانِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَمُسْتَقَاهَا-“ (۱۵)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ بیشک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے شراب پر اور شراب بنانے والے پر بنوانے والے پر اور شراب کے پینے والے پر اٹھانے والے پر اور جس کیلئے اٹھائی گئی اور شراب کے بیچنے والے، خریدنے والے پر، شراب پلانے والے پر۔“

حدیث پاک: ۱۵

شراب اکبر الکبائر اور سب فواحشوں کی سردار ہے:

”رَوَى ابْنُ حَاتِمٍ فِي تَفْسِيرِهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْخَمْرِ فَقَالَ هِيَ أَكْبَرُ الْكِبَائِرِ وَأَمُّ الْفَوَاحِشِ-“ (۱۶)

”سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے شراب کے متعلق پوچھا تو فرمایا یہ کبیرہ گناہ ہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے اور یہ سب فواحش (واہیات) کی سردار ہے۔“

حدیث پاک: ۱۶

شراب پینا سب کبیرہ گناہوں سے بڑا گناہ ہے:

”عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ وَنَاسًا جَلَسُوا بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرُوا أَعْظَمَ الْكِبَائِرِ فَلَمْ يَكُنْ عَنْدهُمْ فِيهَا عِلْمٌ فَارْتَدُّوا إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَاسْتَلَّهَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ أَكْثَرَ الْكِبَائِرِ شُرْبُ الْخَمْرِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ-“ (۱۷)

”سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حبیب خدا ﷺ کے وصال شریف کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بیٹھے تھے تو وہاں بحث چل نکلی کہ کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ کونسا ہے تو انہوں نے مجھے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کے ہاں بھیجا میں نے جا کر ان سے پوچھا تو فرمایا اعظم الکبائر سب سے بڑے گناہوں میں سے بڑا گناہ شراب نوشی ہے۔“

حدیث پاک: ۱۷

شرابی کو دوزخ میں کھولتا ہوا پانی پلایا جائیگا:

”مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ سَقَاهُ اللَّهُ مِنْ حَيِّمٍ جَهَنَّمَ-“ (۱۸)  
”جس نے شراب پی اے اللہ تعالیٰ دوزخ میں کھولتا ہوا پانی پلائے گا۔“

..... باقی آئندہ شمارے میں .....

۱۳: ”طبرانی، الزواجر“ صفحہ: ۱۵۲۔

۱۵: ”الزواجر“ صفحہ: ۱۵۷۔

۱۶: ”الزواجر“ صفحہ: ۱۵۶۔

۱۷: ”الزواجر“ جلد: ۲، صفحہ: ۱۵۳۔

۱۸: ”الزواجر“ جلد: ۲، صفحہ: ۱۵۳۔

# عقیدہ کی اہمیت

حفظِ علامہ الحاج مفتی محمد امین دہلوی رحمہ اللہ

جواب:

سارے ویوں، قطبوں کا یہی فرمان ہے کہ اپنے عقائد نجات پانی والی جماعت (اہلسنت وجماعت) کے مطابق رکھیں۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاری رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا ارشاد گرامی گزرا:

”فَلَا شَكَّ وَلَا رَيْبَ أَنَّهُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ“ (۳)

”اس بات میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں کی نجات پانے والی جماعت صرف اہلسنت وجماعت ہے۔

۱۲: غوثوں کے غوث محبوب سبحانی قطب ربانی غوث اعظم

جیلانی قدس سرہ کا فرمان عالی شان:

”وَأَمَّا الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ فَهِيَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ“ (۴)

”نجات پانے والا گروہ اہلسنت وجماعت کا گروہ ہے۔“

۱۳: علامہ طحاوی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول مبارک:

”فَعَلَيْكُمْ مَعَاشِرَ الْمُؤْمِنِينَ بِاتِّبَاعِ الْفِرْقَةِ النَّاجِيَةِ الْمُسَمَّاةِ بِأَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَإِنَّ نَصْرَةَ اللَّهِ تَعَالٰی وَحِفْظَهُ وَتَوْفِيقَهُ فِي مَوَاقِفِهِمْ وَخُذْلَانَهُ وَسُخْطَهُ وَمَقْتَهُ فِي مَخَالَفِهِمْ“ (۵)

”اے ایمان والو تم پر لازم ہے کہ تم نجات پانے والی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

..... گزشتہ سے پیوستہ.....

اور سیدنا امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہ کوئی معمولی ہستی نہیں اور نہ وہ کوئی فرقہ باز ملاں مولوی ہیں بلکہ یہ وہ دین کے ستون ہیں جن کو اپنوں بیگانوں سب نے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

چنانچہ مولوی اسماعیل دہلوی نے مندرجہ ذیل القابات کے ساتھ یاد کیا ہے:

”حضرت امام ربانی قیوم زمانی، حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی“ (۱)

نیز نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں:

”الشَّيْخُ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ زَيْنِ الْعَابِدِينَ الْفَارُوقِيُّ السَّرْهَنْدِيُّ بَلَدُهُ عَظِيمَةٌ بَيْنَ دِهْلِيِّ وَلَاَهُورَ وَهُوَ الْمَعْرُوفُ بِمُجِدِّدِ الْإِلْفِ ثَانِي كَانَ عَالِمًا عَامِلًا عَارِفًا كَامِلًا فَيَنْتَهِي نَسَبُهُ إِلَى الْفَارُوقِ“ (۲)

سوال:

عقائد پر صرف امام ربانی مجدد الف ثانی نے ہی زور دیا ہے یا کسی اور بزرگ نے بھی کچھ فرمایا ہے؟

۱: ”صراط مستقیم“ صفحہ: ۱۴۲۔

۲: ”ابجد العلوم“ صفحہ: ۲۲۵، جلد: ۳۔

۳: ”مرقاۃ“۔

۴: آپکی طرف منسوب کتاب ”غنیۃ الطالبین“۔

۵: ”المخۃ الوہابیہ ٹائٹل“۔



جماعت جس کا نام اہلسنت وجماعت ہے کی اتباع کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اسکی حفاظت اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اہلسنت وجماعت کی موافقت میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور خدا لان اہلسنت وجماعت کی مخالفت میں ہے۔

۱۴: نیز خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے فرمایا:

”اگر تمام احوال و مواجید ہمیں عطا کر دیئے جائیں لیکن ہمیں اہلسنت وجماعت کے عقائد سے آراستہ نہ کیا جائے تو ہم اسے سراسر خرابی سمجھتے ہیں اور اگر تمام خرابیاں ہم پر جمع کر دی جائیں اور ہمیں اہلسنت وجماعت کے عقائد سے سرفراز کر دیا جائے تو ہمیں کچھ ڈر نہیں۔“ (۶)

۱۵: سیدنا امام غزالی قدس سرہ کا فرمان علی شان:

”پس جو تمام جہانوں کی غذا ہے یعنی عقائد اہلسنت وجماعت اسے ہم بیان کرتے ہیں تاکہ ہر کوئی اس عقیدے کو اپنے دل میں جگہ دے کیونکہ یہ عقیدہ اس کی سعادت کا بیج ہوگا۔“

۱۶: خواجہ عبدالشکور سالمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد گرامی:

”آپ نے یہ حدیث پاک بیان کر کے کہ میری امت کے تہتر فرقے ہونگے ان میں سے صرف ایک گروہ جنتی ہوگا، باقی سب دوزخ جائینگے۔“

فرمایا:

”وَهِيَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔“

”وہ نجات پانے والی جماعت اہلسنت وجماعت ہے۔“

۱۷: قطب ربانی امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ کا ارشاد مبارک۔

آپ نے اولیاء کرام کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”ولی کی دیگر علامت یہ ہے کہ وہ طریق میں داخل ہونے سے پہلے عقائد اہلسنت وجماعت سے واقف ہو۔“ (۷)

۱۸: حضرت خواجہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ کا ارشاد مبارک:

”أَنَّ لَا يَفْتَحَ عَلَى الْعَبْدِ إِلَّا إِذَا كَانَ عَلَى عَقِيدَةِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَلَيْسَ لِلَّهِ وَلِيُّ عَلَى عَقِيدَةِ غَيْرِهِمْ وَلَوْ كَانَ عَلَيْهَا قَبْلَ الْفَتْحِ لَوَجِبَ عَلَيْهِ أَنْ يَتُوبَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَيَرْجِعَ إِلَى عَقِيدَةِ أَهْلِ السُّنَّةِ۔“ (۸)

”کسی ایسے بندے کو جس کا عقیدہ اہلسنت وجماعت کا عقیدہ نہ ہو اسے ولایت نہیں مل سکتی اور کوئی ولی ایسا نہیں جس کا عقیدہ اہلسنت وجماعت کے خلاف ہو ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ولایت عطا کرنا چاہے تو اس بندے پر واجب ہوگا کہ وہ اہلسنت وجماعت کے عقائد کو اپنائے۔“

۱۹: خواجہ خواجگان خواجه باقی باللہ قدس سرہ کا فرمان ذیشان۔

فرمایا:

ہمارے طریقے کا دار و مدار تین چیزوں پر ہے:

۱: اہلسنت وجماعت کے عقائد پر ثابت قدم رہنا۔

۲: دوام آگاہی۔

۳: عبادت۔

لہذا اگر کسی کو ان تینوں چیزوں میں سے ایک میں خلل آجائے تو وہ ہمارے طریقے سے خارج ہو جائے گا۔ (۹)

۲۰: حضرت جان جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول مبارک:

”عقیدہ اہلسنت وجماعت کا ملتزم ہو کر حدیث و فقہ سیکھنا چاہئے۔“ (۱۰)

اور یہ تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ جو لوگ عقائد اہلسنت وجماعت سے الگ ہو کر قرآن و حدیث سیکھتے ہیں وہ گمراہی میں دھکیلے جاتے ہیں وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

۶: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ۔

۷: انوار قدسیہ۔

۸: الابریز۔

۹: حالات مشائخ نقشبندیہ۔

۱۰: حالات مشائخ نقشبندیہ۔

”قرآن مجید“ خود فرما رہا ہے:

”يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا“

نیز بزرگان دین کا ارشاد ہے:

”الْحَادِيثُ مُضِلٌّ إِلَّا لِفَقَهَاءَ“ (۱۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے لوگوں سے بچائے۔

۲۱: حضرت خواجہ نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

”عقیدہ اہلسنت وجماعت کو لازم پکڑو۔“ (۱۲)

۲۲: قطب ربانی امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ کا فرمان عالی

شان:

”الْمَرَادُ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ هُمْ مَنْ كَانَ أَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَكَوْ وَاحِدًا فَأَعْلَمَ ذَلِكَ“ (۱۳)

”سواد اعظم سے اہلسنت وجماعت مراد ہیں خواہ وہ ایک ہی ہو۔ اے عزیز اس کو جان لے۔“

ظاہر ہے کہ جیسے جیسے قیامت قریب آتی جائے گی اہل حق اہلسنت کم ہوتے جائیں گے اور بد مذہب زیادہ ہوتے جائیں گے جیسے کہ ارشادِ گرامی:

”ثُمَّ لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ“

قیامت کے نزدیک بد عقیدہ لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے اس بات کو دیکھ کر کچھ لوگ بغلیں بجاتے ہیں کہ دیکھ لو ہم زیادہ ہیں لہذا سواد اعظم ہم ہیں اس کے پیش نظر اس دلیوں کے ولی امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ نے فرمایا:

”اہلسنت وجماعت ہی سواد اعظم ہیں خواہ وہ ایک ہی رہ جائے۔“

۲۳: خواجہ خواجگان خواجہ محمد بن سلیمان جزولی قدس سرہ کی دعا:

”اللَّهُمَّ اٰمِنْنَا عَلٰی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَالشُّوْقِ اِلٰی لِقَائِكَ

يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاَكْرَامِ“ (۱۴)

”یا اللہ ہمیں اہلسنت وجماعت کے عقائد پر اور اپنے دربار حاضری کے شوق پر موت دے یا ذوالجلال ولا اکرام۔“

۲۴: خواجہ خضر اور خواجہ الیاس نیز تمام اولیائے کرام مسلک اہلسنت پر ہیں۔

قطب زمان خواجہ یعقوب چرخنی قدس سرہ نے فرمایا:

”واضح ہو کہ خواجہ خضر اور خواجہ الیاس کے نزدیک سب کے سب اولیاء کرام خواہ وہ حاضر ہوں یا غائب وہ سب مسلک اہلسنت وجماعت پر ہیں۔“ (۱۵)

مندرجہ بالا (۲۴) ارشادات مبارکہ پیش کئے ہیں۔ مسلمان بھائیوں کی خدمت میں خیر خواہی کے طور پر اپیل کی جاتی ہے کہ وہ مندرجہ بالا ارشادات عالیہ کو غور سے پڑھیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر سیدھے جنت پہنچ جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ۔

سوال:

بہت ساری مذہبی جماعتیں دعوت کرتی ہیں کہ اہلسنت وجماعت ہم ہیں لہذا بتایا جائے کہ ہمارے پاس کونسا معیار ہے جس سے دیکھ سکیں کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے؟

جواب:

اگر بوتل میں شراب یا پیشاب بھرا ہو اور اس پر خوشنما لیبل لگا دیا جائے شربت روح افزا کا تو صرف لیبل لگانے سے اندر کی چیز شربت روح افزا نہیں بن سکتی بلکہ معیار صداقت خوشبو اور پاکیزگی ہے۔

۱۱: ”اقامة القيامة“۔

۱۲: ”حالات مشائخ نقشبندیہ“۔

۱۳: ”میزان شریعت کبریٰ“۔

۱۴: ”دلائل الخیرات“۔

۱۵: ”رسالہ ابدالیہ“۔

یوں ہی اگر دل میں حبیب خدا سید الانبیاء ﷺ کا بغض اور بے ادبی بھری ہو اور اس پر اہلسنت وجماعت کا خوش نمالیل لگا دیا جائے تو صرف لیبل لگانے اور دعوے کرنے سے اہلسنت وجماعت نہیں بن سکتا بلکہ خالص اور صحیح اہلسنت وجماعت وہ ہے جس کے قلم اور زبان سے رحمت کائنات والی دو جہاں ﷺ کی عظمت اور محبت کی خوشبو آئے۔ جن لوگوں کے دلوں میں نبی اکرم ﷺ کا بغض بھرا ہوا تھا وہ حاضر ہو کر قسمیں کھا کھا کر دعوے کرتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

”إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ۔“  
”اے میرے حبیب! جب تیرے دربار پر منافق حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک بالتحقیق آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:  
”وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ۔“

کیا اللہ تعالیٰ نہیں جانتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ بیشک وہ جانتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن:  
”وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ۔“ (۱۶)  
”ہاں اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ منافق لوگ جھوٹے ہیں۔“

اس سے پتہ چلا کہ صرف دعوے کرنے سے لیبل لگانے سے کچھ نہیں بنتا۔ اسکے برعکس جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں میں محبت و عظمت تھی ادب و احترام تھا انہوں نے کبھی قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں بلکہ ان کے دلوں میں محبت و عظمت کی خوشبو ہی معیار صداقت تھا۔ یوں ہی جو لوگ دعوے تو کریں اہلسنت وجماعت ہونے کا لیکن ترجمانی کریں خارجیوں کے نظریات کی اور بتوں کافروں والی آیات مبارکہ نبیوں و لیوں پر چسپاں کریں اور کہیں نبی ولی کچھ نہیں کر سکتے نیز کہیں:  
”رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔“

”اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔“  
”نیز یہ ہر مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی ذلیل ہے۔“

ایسے لوگ اہلسنت وجماعت کیسے ہو سکتے ہیں بلکہ ایسے لوگ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظر میں ساری خدائی سے بدتر ہیں۔ چنانچہ ”صحیح بخاری“ میں ہے:

”وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شَرَّ رَخْلٍ خَلَقَ اللَّهُ۔“  
”سیدنا عبد اللہ بن عمر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے لوگوں کو ساری خدائی سے بدتر جانتے تھے اور فرماتے یہ لوگ اسلئے ساری مخلوق سے بدتر ہیں کہ:

”إِنَّهُمْ أَنْطَلَقُوا إِلَى آيَاتِ نَزَلَتْ فِي الْكَفَّارِ فَجَعَلُواهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔“ (۱۷)

”یہ لوگ کافروں والی آیات مبارکہ کو مؤمنین (نبیوں و لیوں) پر چسپاں کرتے ہیں۔“

اس ارشاد مبارک کے بعد ہر وہ مسلمان جس کے دل میں شرمہ برابر بھی رحمت کائنات ﷺ کی محبت ہوگی وہ آسانی سے جان لے گا کہ ایسے لوگ ہرگز ہرگز اہلسنت وجماعت نہیں ہو سکتے خواہ اپنے پر ہزار لیبل اہلسنت کا لگائیں۔

سوال:

آپ نے عقیدہ کی اہمیت تو دلائل کے ساتھ بیان کر دی ہے کہ اس سے انکار ممکن نہیں لیکن اس سے یہ بات مترشح ہو رہی ہے کہ اعمال کی کچھ حیثیت نہیں بلکہ یہ ایک غیر ضروری اور زائد چیز ہے۔ اس کے متعلق وضاحت کریں۔

جواب:

اعمال صالحہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو غیر ضروری اور زائد سمجھنا یہ سراسر غلطی ہے کیونکہ کتاب کے آغاز میں لکھا گیا ہے دین کے دو جز ہیں۔

۱۶: ”قرآن مجید“ سورہ منافقون۔

۱۷: ”صحیح بخاری باب قتل الخوارج۔“

۱: عقائد

۲: اعمال

اور جب اعمال دین کا جزو قرار پائے تو ان کو غیر ضروری یا زائد سمجھنا غلط ہوا۔

نماز فرض قطعی ہے، روزہ فرض قطعی ہے، حج فرض قطعی ہے، زکوٰۃ فرض قطعی ہے ان کا انکار کرنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ہاں عقائد اور اعمال کا آپس میں تعلق شرط اور مشروط کا ہے۔ ایمان (عقیدہ) شرط ہے اور اعمال مشروط ہیں۔

”قرآن پاک“ میں ہے:

”وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنشَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ“

”اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت بشرطیکہ وہ ایماندار ہو تو وہ داخل ہونگے جنت میں رزق دیا جائے گا انہیں وہاں بغیر حساب۔“ (۱۸)

نیز ”قرآن مجید“ میں ہے:

”مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنشَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً“ (۱۹)

”جو بھی نیک کام کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو ہم اسے عطا کریں گے ایک پاکیزہ زندگی۔“ (۲۰)

ان دونوں آیات مبارکہ میں اعمال صالحہ کیلئے ایمان کو شرط قرار دیا گیا ہے اور یہ مسلم کہ مشروط شرط کا محتاج ہوتا ہے لیکن شرط مشروط کی محتاج نہیں جیسے کہ وضو اور نماز، وضو نماز کیلئے شرط ہے اور نماز مشروط۔ لہذا اگر کسی نے نماز کیلئے وضو تو کر لیا مگر کسی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکا تو یہ نہیں کہا جائے گا چونکہ اس نے نماز نہیں پڑھی لہذا وضو بھی نہیں رہا بلکہ اس کا وضو قائم ہے لیکن اگر کسی نے وضو نہ کیا اور نماز پڑھی تو نماز نہ ہوئی کیونکہ قانون ہے:

۱۸: ”جمال القرآن“

۱۹: ”سورہ نحل۔“

۲۰: ”جمال القرآن“

۲۱: ”مفکر مشرق علامہ اقبال“

”إِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوطُ۔“

لہذا اگر کوئی مسلمان وضو کے بغیر ساری رات نماز پڑھتا رہے تو اسکی ایک رکعت بھی قبول نہیں بلکہ وہ گنہگار ٹھہرے گا۔

یوں ہی اگر کسی کا ایمان (عقیدہ) درست نہ ہو تو ”اذافات الشرط فات المشروط“ کے مطابق بیشک وہ ساری زندگی نیکیاں کرتا رہے اس کی کوئی نیکی قبول نہیں ہے ہاں اگر کسی کا ایمان (عقیدہ) درست ہے مگر عملوں میں کوتاہی ہو تو اسکی بخشش کی امید کی جاسکتی ہے جیسے کہ سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے واشکاف الفاظ میں فرمادیا ہے بلکہ احادیث اربعہ جو شروع میں مذکور ہوئیں ان سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ دار و مدار بخشش کا عقائد پر ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَهُوَ حَسْبُنَا وَنَعْمَ الْوَكِيلُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَىٰ حَبِيبِهِ سَيِّدِ الْعَالَمِينَ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔“

سوال:

عقائد اہلسنت کو اتنی پذیرائی کیوں ملی کہ نجات و بخشش کا دار و مدار عقائد اہلسنت و جماعت قرار پائے۔

جواب:

یہ اسلئے ہے کہ عقائد اہلسنت و جماعت میں ادب ہے محبت اور عظمت مصطفیٰ ہے (ﷺ) بلکہ عقائد اہلسنت و جماعت کی بنیاد ہی محبت و عظمت رسول پر ہے (ﷺ) اور محبت مصطفیٰ (ﷺ) ہی سب کچھ ہے۔

روح ایمان مغز قرآن جان دیں

ہست حب رحمة للعالمین (۲۱)

یعنی محبت مصطفیٰ (ﷺ) ہی ایمان کی روح ہے اور محبت مصطفیٰ ہی قرآن پاک کا مغز ہے اور محبت مصطفیٰ (ﷺ) ہی دین کی جان ہے۔

..... باقی آئندہ شمارے میں.....

مخزن صدق و صفا خلیفہ اول

# سیدنا ابوبکر صدیقؓ

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شریف قادری رحمہ اللہ

آپ نے مشرف باسلام ہونے سے پہلے بھی کبھی شراب نہیں پی۔ (۲)

آپ کو ابتدائی سے سرور دو عالم ﷺ کی رفاقت کا شرف حاصل تھا۔ فیضِ صحبت نے آپ کے دل کو ایسا روشن آئینہ بنا دیا تھا، جو باطل کے عکس کو کسی صورت میں قبول نہ کرتا تھا۔ اور حق و صداقت کے نور کو بغیر کسی تردد کے قبول کر لیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب نبی آخر الزماں ﷺ نے آپ کے سامنے پیغامِ اسلام پیش کیا، تو آپ نے فوراً قبول کر لیا۔ اور مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دینِ اسلام اور سید عالم ﷺ کی ناقابلِ فراموش خدمات انجام دیں۔ جو آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ کی دعوت پر عشرہ مبشرہ میں سے پانچ صحابہ کرام حضرت عثمان غنی، زبیر بن عوام، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مشرف باسلام ہوئے۔ آپ نے ایسے سات افراد کو خرید کر آزاد کیا جنہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں تکلیف دی جا رہی تھی۔ انہی حضرات میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ آپ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی چار بھینیں شرفِ صحابیت سے مشرف ہوئیں۔ یہ فضیلت کسی اور خاندان کو حاصل نہیں ہوئی۔ وہ چار بھینیں یہ ہیں:

عبداللہ بن اسامہ بن ابوبکر بن ابوقحافہ، اسی طرح یہ سلسلہ ہے۔ ابوقحافہ بن عبدالرحمن بن ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط  
اصدق الصدوقین سید المتقین  
چشم و گوش وزرات پہ لاکھوں سلام  
آپ کا نام نامی عبداللہ، کنیت ابوبکر اور لقب صدیق، عتیق، یارِ غار اور خلیفہ رسول اللہ ہے۔ عامِ فیل سے دو سال اور کچھ دن کم چار ماہ بعد ۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔

سلسلہ نسب یوں ہے:  
”ابوبکر بن عثمان (ابوقحافہ ۱۴ھ) بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ، حضرت مرہ پر جا کر آپ کا نسب بھی اکر ﷺ سے مل جاتا ہے۔“

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ معاشرہ میں آپ کا مقام نہایت بلند تھا، حتیٰ کہ رُوسائے قریش میں شمار ہوتے تھے۔ خوں بہا کا فیصلہ آپ کے سپرد تھا۔ اس معاملہ میں تمام قریش آپ کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے۔ جو دو سٹا، صلہ رحمی، مہمان نوازی، بردباری اور صداقت و دیانت آپ کے وہ نمایاں اوصاف تھے جن کا انکار آپ کے بدترین دشمن کفار قریش نہ کر سکتے تھے۔

قسام ازل نے آپ کو ابتدائی سے فطرتِ سلیمہ، قلب و نظر کی پاکیزگی، حق کو قبول کرنے والا دل اور بے پناہ ذکاوت و فطانت عطا فرمائی تھی۔ امام زہری فرماتے ہیں۔ آپ کو اللہ جل مجدہ کے بارے میں ساری زندگی میں کبھی شک و دافع نہیں ہوا۔ (۱)

۱: ”امام ابن حجر مکی“ الصواعق المحرقة: ص: ۸۵

۲: ”امام ابن حجر مکی“ الصواعق المحرقة: ص: ۷۵



آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ جن کی تفصیل کیلئے ایک دفتر بھی ناکافی ہے۔ آپ نے واقعہ معراج کی تصدیق اس اعتماد و ايقان سے فرمائی کہ کفار کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔ اور مسلمانوں کو نیا جوش و جذبہ حاصل ہوا، اسی قوت ایمانی کی بناء پر آپ کو ”صدیق“ کا لقب دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے شب ہجرت تمام صحابہ کرام میں سے آپ ہی کو رفیق سفر منتخب فرمایا۔ اس سفر کے دوران آپ نے خلوص و ایثار اور دوستی کا وہ ریکارڈ قائم کیا کہ ”یار غار“ کا لقب ایک مثال بن گیا۔ آپ ہر جہاد میں سید عالم ﷺ کیساتھ شریک ہوئے۔ اور جانبازی کا مظاہرہ کیا۔ جب آپ مشرف باسلام ہوئے تو آپ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے، جو آپ نے سب کے سب راہِ خداوندی میں صرف کر دیئے ۹ھ میں نبی اکرم ﷺ نے آپ کو امیر حج مقرر فرمایا۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت خاتم النبیین سید المرسلین ﷺ کے رحلت فرمانے کے بعد متفقہ طور پر آپ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ اور دنیائے اسلام کی مایہ ناز اور مقدس ترین ہستیوں نے آپ کی خلافت کو تسلیم کیا اور بیعت کی خود حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”نبی اکرم ﷺ نے انہیں ہمارے دین کیلئے اختیار فرمایا۔ (یعنی نماز کی امامت کیلئے) اسلئے ہم نے انہیں اپنی دنیا کیلئے منتخب فرمایا۔ (یعنی امامت و خلافت کیلئے)۔“

اور یہ امر واقعی ہے کہ آپ میں وہ تمام اوصاف بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں جو کسی خلیفہ راشد میں ہونے چاہیں۔ تقویٰ و پرہیزگاری نبی کریم ﷺ کی سچی محبت و محبوبیت اور اتباع سنت کا کامل جذبہ، کتاب و سنت کا علم، سیاست، شجاعت، صداقت اور سخاوت، غرض جس وصف میں بھی آپ کو دیکھا جائے اس میں آپ کی حیثیت نمایاں اور نقطہ عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ ذیل میں مختصر طور پر ان امور کی وضاحت کی جاتی ہے۔

**تقویٰ و پرہیزگاری:**

ارشادِ باری ہے:

”وَسَيَجْنِبُهَا الْتَقَىٰ ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۝ وَمَا

لَا أَحَدٌ عِنْدَكَ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ“ (۳)

”سب سے زیادہ متقی آگ سے بچایا گیا۔ جو اپنا مال پاکیزگی کیلئے دیتا ہے۔ اس پر کسی کا احسان نہیں جس کی جزاء دیجائے لیکن اپنے رب اعلیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کیلئے اور وہ عنقریب راضی ہو جائے گا۔“

امام رازی فرماتے ہیں:

”مفسرین کا اتفاق ہے کہ ”تقی“ (سب سے زیادہ متقی)

سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔“

دوسری جگہ ارشادِ الہی ہے:

”إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ“ (۴)

” بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔“

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ابو بکر صدیق تمام صحابہ میں متقی ہیں۔ اور جو سب سے زیادہ متقی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سب سے زیادہ عزت و فضیلت والا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے نزدیک تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ اسی فضیلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

خاص اس سابق سیر قرب خدا  
اوحد کاملیت پہ لاکھوں سلام  
سایہ مصطفیٰ، مایہ اصطفاف  
عز و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام  
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل  
ثانی اثین ہجرت پہ لاکھوں سلام  
اصدق الصادقین سید المتقین  
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

.....جاری ہے.....

# حیات و خدمات

سیاح عالم حضرت علامہ شاہ محمد عبد العظیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ  
مبلغ اسلام

نذیم احمد ندیم قادری انورانی

الدین صدیقی خجندی ۱۵۲۵ء میں ظہیر الدین بابر بادشاہ کے ہمراہ  
ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اس طرح آپ کے آباؤ اجداد میں سے  
کئی حضرات قاضی القضاات کے منصب پر فائز رہے۔

”حیات اسماعیل“ میں درج شدہ معلومات کی روشنی میں،  
حضرت مولانا قاضی صوفی حمید الدین صدیقی خجندی علیہ الرحمۃ تک، مبلغ  
اعظم کا شجرہ نسب یہ ہے:

”شاہ محمد عبد العظیم بن شاہ عبد الحکیم جوش بن شیخ پیر بخش بن  
شیخ غلام احمد بن مولانا محمد باقر بن مولانا محمد عاقل بن مولانا محمد شاہ کر بن  
مولانا عبد اللطیف بن مولانا یوسف بن مولانا داؤد بن مولانا احمد بن  
مولانا قاضی صوفی حمید الدین صدیقی خجندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔“ (محمد  
اسلم سیفی بن مولانا محمد اسماعیل میرٹھی (خان بہادر)، سابق چیئرمین،  
میونسپل بورڈ، میرٹھ۔“

(”حیات اسماعیل (مع کلیات اسماعیل)“ مرتبہ و

مدونہ: محمد اقبال رانا، شایع کردہ: برائٹ بکس، لاہور، ۲۰۰۳ء،  
ص ۳۰ تا ۳۱)

آپ نے اردو، عربی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی  
اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی، چار سال دس ماہ کی عمر میں قرآن مجید  
ناظرہ ختم کیا اور صرف سات سال کی عمر میں قرآن پاک مکمل حفظ کر  
لیا۔ بعد ازاں، مدرسہ عربیہ اسلامیہ، میرٹھ، میں داخل ہوئے۔ تین  
جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ (اگست ۱۹۰۴ء) کو والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھا،  
تو بقیہ تعلیم و تربیت آپ کی والدہ ماجدہ (والدہ صاحبہ کا انتقال ۱۹۳۱ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مبلغ اسلام قائد ملت اسلامیہ حضرت امام شاہ احمد نورانی  
صدیقی علیہ الرحمۃ کے والد ماجد، علیم رضا، سفیر اسلام، سیاح عالم، مبلغ  
اعظم حضرت علامہ شاہ محمد عبد العظیم صدیقی قادری علیہ الرحمۃ ۱۵ رمضان  
المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۳ اپریل ۱۸۹۳ء بروز پیر، محلہ مشائخاں، شہر  
میرٹھ، صوبہ یوپی، ہندوستان، میں نامور صوفی عالم دین، نعت گو شاعر،  
امام و خطیب جامع مسجد ”التمش“، میرٹھ، حضرت الحاج علامہ قاضی مفتی  
شاہ عبد الحکیم جوش و حکیم صدیقی قادری علیہ الرحمۃ کے ہاں پیدا ہوئے۔

یہاں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ عموماً آپ کی  
پیدائش کاس ۱۸۹۳ء لکھا جاتا ہے؛ جب کہ تاریخی شواہد اور آں لائن  
کیلنڈر کے مطابق ”۱۵ رمضان ۱۳۱۰ھ“ کو عیسوی سن ”۱۸۹۳ء“ تھا،  
نہ کہ ”۱۸۹۲ء“۔

معروف ادیب و شاعر حضرت مولانا محمد اسماعیل میرٹھی علیہ  
الرحمۃ، جن کی نظمیں آج بھی داخلی نصاب ہیں، آپ کے والد ماجد کے  
چھوٹے بھائی تھے؛ دونوں بھائیوں کی عمروں میں ۱۴ سال کا فرق تھا۔

مبلغ اعظم حضرت شاہ عبد العظیم صدیقی علیہ الرحمۃ نجیب  
الطرفین (ماں اور باپ دونوں طرف سے) صدیقی تھے۔

چنانچہ آپ کا سلسلہ نسب ۳۶ ویں پشت میں حضرت محمد بن  
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک اور سلسلہ حسب (ماں کی طرف  
سے سلسلہ نسب) ۳۲ ویں پشت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ حضرت مولانا قاضی صوفی حمید

میں اپریل کے آخر یا مئی کے شروع میں ہوا) اور برادر اکبر حضرت علامہ احمد مختار صدیقی علیہ الرحمۃ نے کی۔

چنانچہ حضرت مبلغ اعظم نے مدرسہ قومیہ عربیہ، میرٹھ، میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۶ھ میں امتیازی حیثیت سے درس نظامی کی سند حاصل کی۔ دینیات کے موضوع پر نیشنل عربک انسٹی ٹیوٹ سے ڈپلوما کیا۔ تبلیغ دین کے جذبے کے تحت، آپ نے علوم جدیدہ کی طرف متوجہ ہو کر بی۔ اے کیا اور پھر وکالت کا امتحان پاس کر کے الہ آباد یونیورسٹی سے ایل۔ ایل۔ بی کی سند حاصل کی؛ میرٹھ کے مشہور حکیم احتشام الدین صاحب سے فنی حکمت (علم طب) سیکھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل تھا؛ اعلیٰ حضرت نے مبلغ اعظم علیہ الرحمۃ کو ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ کو صحابہ رستہ وغیرہ بالکتاب احادیث کے روایت کرنے کی سند اجازت عطا فرمائی۔ اس سند کا عکس حضرت مبلغ اعظم کے پچاسویں عرس شریف کے موقع پر خواتین اسلامی مشن۔ پاکستان، گلشن اقبال، کراچی، کے شائع کردہ خصوصی مجلے ”عظیم مبلغ اسلام“ کے صفحہ ۱۵۶ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ کو دنیا کی بہت سی زبانوں پر دسترس حاصل تھی، جن میں اردو، انڈونیشی، انگریزی، جاپانی، جرمن، چینی، ڈچ، سواحلی (افریقی)، عربی، فارسی، فرانسیسی، ملائی، ہندی وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے السنۃ شرقیہ (Oriental Languages) میں پنجاب یونیورسٹی سے سند بھی حاصل کی۔ آپ ایک قادر الکلام نعت گو شاعر بھی تھے اور ”علیم“ تخلص کرتے تھے۔

آپ کو فن خطابت میں بھی بڑی مہارت حاصل تھی؛ ماہر رضویات و مجددیات مسعود ملت حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمۃ، خلیل احمد رانا صاحب کی تالیف ”مبلغ اسلام علامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری“ کی تقدیم میں تحریر فرماتے ہیں:

”جاپان کی ایک مجلس میں، جہاں آپ (علامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی) نے تقریر فرمائی، ٹوکیو کے پروفیسر این۔ ایچ برلاس نے انگریزی زبان میں آپ کی مہارت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی آواز کو ترنم ریز و دل آویز قرار دیا۔ راقم (ڈاکٹر مسعود احمد) کو بھی

حضرت مولانا کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی آواز میں بلا کی کشش اور کھنک تھی۔ اردو، عربی، انگریزی اور بعض دوسری زبانوں میں بے تکان تقریر کرتے تھے۔“

آپ کی مقررانہ و خطیبانہ صلاحیتوں کی بنا پر ہی ایشیا، افریقہ اور یورپ کے مسلم مورخوں نے آپ کو ”عظیم الظہیر مقرر“ قرار دیا۔ آپ نے اپنی زندگی کی سب سے پہلی تقریر ۱۹۰۹ء میں جامع مسجد میرٹھ میں ”میلا دشریف“ کے موضوع پر کی۔ مبلغ اعظم علیہ الرحمۃ کی بیعت و خلافت کے حوالے سے آپ کی شہزادی محترمہ ڈاکٹر فریدہ احمد صاحبہ مدظلا العالیہ نے راقم الحروف سے ایک ملاقات کے دوران فرمایا:

”بعض لوگ میرے والد ماجد کے متعلق لکھ دیتے ہیں کہ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے مرید تھے؛ یہ بات درست نہیں ہے؛ صحیح یہ ہے کہ آپ اپنے برادر اکبر حضرت علامہ احمد مختار صدیقی کے مرید تھے؛ البتہ آپ کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے شرف خلافت ضرور حاصل تھا۔“

اعلیٰ حضرت کے علاوہ، حضرت مبلغ اعظم کو اپنے چچا و مرشد یعنی برادر اکبر حضرت علامہ احمد مختار صدیقی، قطب المشائخ حضرت ابو احمد سید شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی عرف ”اشرفی میاں“ علیہم الرحمہ سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی؛ نیز، مذکورہ بزرگوں کے علاوہ، اپنے والد ماجد، اور حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی، شیخ احمد الشمس مراکشی مدنی اور لیبیا کے صوفی بزرگ حضرت شیخ السوسی علیہم الرحمۃ سے بھی آپ نے روحانی فیوض کا اکتساب کیا؛ شیخ الدلائل حضرت مولانا عبدالحق ابن یار محمد صدیقی الہ آبادی مہاجر کی سے (جن کی دلائل الخیرات شریف کی سند بہت معروف ہے) دلائل الخیرات کی اجازت لی۔ مبلغ اعظم پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہما الرحمہ بڑی شفقت فرماتے اور پیار سے آپ کو ”علیم رضا“ کے لقب سے پکارتے؛ علاوہ ازیں، اپنے تصدیق ”الاستیتمداد علی اجبال الازداد“ میں اپنے خلفا اور تلامذہ کے ذکر میں، بدعقیدہ و بد مذہب گروہ کے مقابلے میں، آپ کے علمی مقام کو یوں بیان فرمایا ہے:

عبد علیم کے علم کو سن کر

جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں  
آپ بھی اعلیٰ حضرت سے بڑی گہری عقیدت رکھتے تھے؛  
جب ۱۹۱۹ء میں حج کا فریضہ ادا کرنے گئے، تو عرب میں اعلیٰ حضرت کی  
غائبانہ پزیرائی اور قدر و منزلت ملاحظہ کی؛ جب حرمین شریفین کی  
زیارت سے لوٹے؛ تو بریلی میں، اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو  
کر، اعلیٰ حضرت ہی کی شان میں اپنی ایک منقبت پڑھ کر سنائی، جس  
کے ایک شعر میں اس مقبولیت کا ذکر اس طرح کیا:

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صولت کو  
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

حرمین شریفین سے واپسی کے اس موقع پر، جب حضرت  
علامہ شاہ عبدالحلیم صدیقی عَلَیْہِ الرِّحْمَۃُ نے اپنی پوری منقبت پڑھ کر سنا  
دی، تو اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرِّحْمَۃُ نے ارشاد فرمایا:

”مولانا میں آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ (اپنے  
عمامے کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے، جو بہت قیمتی تھا، فرمایا) اگر اس  
عمامے کو پیش کروں تو آپ اس دیار پاک سے تشریف لا رہے ہیں، یہ  
عمامہ آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں؛ البتہ میرے کپڑوں میں سب  
سے بیش قیمت ایک جہ ہے، وہ حاضر کیے دیتا ہوں۔“

چنانچہ اعلیٰ حضرت نے کاشانہ اقدس سے سرخ کاشانی  
محمل کا جہ مبارکہ لا کر عطا فرمایا اور حضرت مبلغ اعظم نے سروقہ کھڑے  
ہو کر، دونوں ہاتھ پھیلا کر، اس جہے کو آنکھوں سے لگایا، لبوں سے چوما،  
سر پر رکھا، پھر سینے سے دیر تک لگائے رہے۔

(ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری عَلَیْہِ  
الرِّحْمَۃُ: ”حیات اعلیٰ حضرت“، شایع کردہ: مکتبہ نبویہ، لاہور،  
ص ۱۱۹ تا ۱۲۰)

مبلغ اعظم عَلَیْہِ الرِّحْمَۃُ کے داماد (ڈاکٹر فریدہ احمد صاحبہ کے  
شوہر) پروفیسر محمد احمد صدیقی صاحب نے مجلہ ”عظیم مبلغ اسلام“  
(شائع کردہ: خواتین اسلامی مشن۔ پاکستان، گلشن اقبال، کراچی، ستمبر  
۲۰۰۳ء) کے صفحہ ۲۴ پر مبلغ اعظم کے خلفاء کے تحت دو ناموں: ”ڈاکٹر فضل  
الرحمن انصاری (مبلغ اعظم کے بڑے داماد یعنی مرحومہ امّی السُّوْحِیّ ح

سُجَّیّہ صاحبہ کے شوہر) اور مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی“ کا ذکر کیا ہے۔  
حضرت علامہ ابوداؤد محمد صادق رضوی صاحب دلت برکاتہم  
العالیہ اپنی تالیف ”شاہ احمد نورانی“ حصہ اول کے صفحہ ۱۲ پر رقم طراز ہیں:  
”مولانا شاہ احمد نورانی کو اپنے والد بزرگوار عَلَیْہِ الرِّحْمَۃُ سے  
بیعت و خلافت اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں منسلک ہونے کا شرف  
حاصل ہے، اور آپ نے پاکستان و بیرون پاکستان اپنی وسیع تبلیغی  
مساعی و مسلسل دینی جدوجہد اور شریعت و طریقت کی خدمات سرانجام  
دے کر اپنے والد ماجد کی نیابت و جانشینی کا حق ادا کیا ہے۔“  
حضرت مبلغ اعظم عَلَیْہِ الرِّحْمَۃُ کے خلفاء میں تیسرا نام ”فضیلۃ  
الشیخ حضرت مولانا حافظ قاری مفتی محمد فضل الرحمن رحمانی صدیقی قادری  
مدنی علیہ الرحمہ“ کا بھی ملتا ہے۔

چنانچہ جناب شیخ محمد عارف قادری ضیائی مدنی عَلَیْہِ الرِّحْمَۃُ اپنی  
تالیف ”سیدی ضیاء الدین احمد القادری“ جلد دوم (شائع کردہ: حزب  
القادریہ، لاہور۔) کے صفحہ ۴۰۹ پر رقم طراز ہیں:

”مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالحلیم صدیقی قادری عَلَیْہِ  
الرِّحْمَۃُ نے ۱۳۶۵ھ میں، جب کہ آپ (حضرت علامہ فضل الرحمن مدنی)  
کی عمر اکیس (۲۱) برس تھی، سید حدیث کے ساتھ جمیع سلاسل کی  
اجازت و خلافت عنایت فرمائی اور وہ تسبیح عنایت فرمائی جو سیدنا اعلیٰ  
حضرت عظیم البرکت (امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی) رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی  
عَنْہُ نے آپ (حضرت شاہ عبدالحلیم صدیقی عَلَیْہِ الرِّحْمَۃُ) کو عطا فرمائی  
تھی۔ اس دن آپ (حضرت فضل الرحمن مدنی) کے سب سے بڑے  
بیٹے حضرت حافظ حبیب الرحمن قادری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی علیہ کا عقیقہ تھا۔“

حضرت مولانا فضل الرحمن مدنی عَلَیْہِ الرِّحْمَۃُ اعلیٰ حضرت کے  
مرید و خلیفہ قطب مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین احمد رحمانی صدیقی  
(حضرت عبد الرحمن بن ابوبکر صدیق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی اولاد کو  
”رحمانی صدیقی“ یا صرف ”رحمانی“ کہا جاتا ہے) قادری مہاجر مدنی  
عَلِیْہِ الرِّحْمَۃُ کے فرزند ارجمند و جانشین اور قائم ملت اسلامیہ حضرت امام  
شاہ احمد نورانی صدیقی کے سرور ہم سبق تھے؛ آپ اور قائم ملت  
اسلامیہ دونوں نے ایک ساتھ ایک ہی استاد حضرت شیخ القرآن

الشاعر علیہ الرحمۃ کے دامن شفقت میں قرأت کی تعلیم حاصل کی تھی۔

مبلغ اعظم حضرت شاہ عبدالحلیم صدیقی علیہ الرحمۃ پیشہ ور معلم یا مدرس تو نہ تھے؛ لیکن، تبلیغ دین کے جذبے کے تحت، آپ نے یہ میدان بھی خالی نہیں چھوڑا۔ خانہ کعبہ میں درس قرآن مجید بھی دیتے رہے، مسجد نبوی شریف میں باب سیدنا صدیق اکبر کے سامنے ستون سے متصل بیٹھ کر گنبد خضرا کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں، بہت سے طلبہ کو تفسیر جلالین اور کتب احادیث بخاری شریف و مشکوٰۃ شریف بھی پڑھاتے رہے اور ان کے سوالات کے جوابات بھی ارشاد فرماتے رہے۔ متعدد علمائے کرام کو مسجد نبوی میں حدیث کی سندیں بھی عطا فرمائیں۔ مبلغ اعظم کے شاگردوں کی تعداد سے متعلق، رفیق قائد مملت اسلامیہ حضرت سید شاہ فرید الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ مجلہ ”عظیم مبلغ اسلام“ (شائع کردہ: خواتین اسلامی مشن۔ پاکستان، گلشن اقبال، کراچی، ستمبر ۲۰۰۳ء) کے صفحہ ۲۹ پر فرماتے ہیں:

”کتوں نے شاگردی اختیار کی، صحیح تعداد کا اندازہ ممکن نہیں ہے۔ تھوڑا بہت اندازہ ایک سوویسٹر (souvenir) کے اُن الفاظ سے ہوتا ہے جو مارشس میں ۱۹۴۱ء میں مولانا کی آمد کے موقع پر انگریزی میں چھپا۔ دنیا کے مختلف حصوں میں اُن کے لاتعداد شاگرد ہیں، جن میں صرف مارشس میں ان کے دس (۱۰) ہزار شاگردوں پر اس جزیرے کو فخر ہے۔“

الغرض، دنیا کے بہت سے لوگوں کو آپ کے شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کے چند خاص خاص شاگردوں کے نام یہ ہیں:

(۱) امام شاہ احمد نورانی صدیقی (۲) مولانا فضل الرحمن انصاری (۳) مسٹر عزیز ایچ عباسی، نیوزی لینڈ (۴) ڈاکٹر محمد عالم، آسٹریلیا (۵) جے ماجد، سیلون (۶) ڈاکٹر ایچ۔ ایس منشی، مدیر دی جینوئن اسلام، سنگاپور (۷) سید ابراہیم الشکوف (۸) بیجی گن یونیورسٹی کے ماہر تعلیم مسٹر عبدالباسط (۹) ۱۹۵۰ء میں شرقی ریاستہائے متحدہ کے مفتی اعظم حضرت عبدالرحمن لشر آپ کے شاگرد ہوئے۔

(۱۰) جانشین قطب مدینہ حضرت مولانا فضل الرحمن مدنی نے مبلغ اعظم علیہم الرحمہ سے ”ادب“ وغیرہ کی کتب کا درس لے کر،

علوم کی تکمیل کی اور سند حدیث کے ساتھ جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل کی۔

مبلغ اعظم نے اپنی پوری زندگی میں تقریباً ۳۵ بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے پہلا حج ۱۹۱۹ء میں ادا فرمایا۔ آپ نے اپنی تبلیغی زندگی کا باقاعدہ آغاز ۱۹۱۴ء سے کیا۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں، بے شمار مالک کے دورے کیے۔

آپ کی تبلیغ کے نتیجے میں مسلمان ہونے والے افراد کی تعداد کے متعلق، آپ کے خلف الرشید حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمۃ نے آپ کے عرس شریف کے موقع پر ”مولانا شاہ عبدالحلیم صدیقی کانفرنس“ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”میرے والد علیہ الرحمۃ نے اپنی زندگی میں، تقریباً ایک لاکھ سے زائد عیسائیوں کو، ملحدوں کو، ہندوؤں کو، کافروں کو مسلمان کیا۔“ (خطاب: مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۹۹ء (بعد نماز عشا)، مل والا اپارٹمنٹ، رنچھوڑ لائن، کراچی)

سب سے زیادہ، عیسائیوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بہت سے قادیانیوں کی بھی توبہ اور ایمان کا آپ سبب بنے۔ آپ کی تبلیغی مساعی سے ایک طرف غیر مسلموں نے اسلام سے رشتہ جوڑا، تو دوسری جانب آپ کے علم و عمل سے متاثر ہو کر لاکھوں مسلمان آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے۔

چنانچہ آپ کے داماد پروفیسر محمد احمد صدیقی صاحب لکھتے ہیں: ”پوری دنیا میں آپ کے ۱۰ لاکھ سے زیادہ مرید تھے۔“

(مجلہ ”عظیم مبلغ اسلام“ ص ۲۴)

آپ نے بے شمار ملکوں میں، متعدد مساجد، لائبریریز، تعلیمی، تبلیغی ادارے قائم فرمائے، ہسپتال اور یتیم خانے تعمیر کرائے، کئی ایک رسالے (مثلاً ۱۹۳۱ء میں سنگاپور سے ریکل اسلام، سنگاپور سے ۱۹۳۶ء میں دی جینوئن اسلام وغیرہ) جاری کیے۔ مبلغ اعظم نے کئی تنظیمیں بھی تشکیل دیں۔ مثلاً کمیونزم اور لادینیت کے خلاف سنگاپور میں، ۱۹۴۹ء میں ”تنظیم بین المذاہب“ قائم فرمائی۔ اس موقع پر آپ کی خدمات کے اعتراف میں مختلف ادیان کے پیشواؤں نے متفقہ طور



مبلغ اعظم علامہ شاہ عبد العظیم صدیقی ایک بہترین ادیب بھی تھے، چنانچہ آپ نے اپنی عدیم الفرستی کے باوجود، چند تصانیف و تالیفات بھی یادگار چھوڑی ہیں، جن میں: احکام رمضان المبارک؛ بہار شباب؛ دیوبندی مولویوں کا ایمان؛ ذکر حبیب حصہ اول و دوم؛ فرت من قسورہ؛ کتاب التصوف مثنوی بہ ”لطائف المعارف“؛ مرزائی حقیقت کا اظہار؛ المرأة القادیانیہ (عربی) The Clarion Call; The Elementary Teachings of Islam (for Hanafis); How to Preach Islam; The Mirror; وغیرہ کتب شامل ہیں۔ آپ کی تین بڑی تہمتائیں تھیں: ایک تو یہ کہ۔

مدینے جاؤں، نہ آؤں، وہیں پہ رہ جاؤں  
در حبیب پہ قصہ تمام ہو جائے  
چنانچہ اسی امید پر، بروز پیر، ۲۰ صفر المظفر ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۴۷ء کو آپ نے رہائش کے لیے مدینہ منورہ میں زمین خریدی، جس کا قطعہ تاریخ سید اسلام الحی سیفی ندوی متوطن مسعود منزل، بلیا و مدیر ”علم و ادب، دہلی“ نے حسب ذیل کہا (امداد صابری: ”تذکرہ شعراء حجاز“، دہلی، ۱۹۶۹ء)۔

بارك الله عالم مقبول  
شد به تملك قطعۃ ارضی  
ثمرة یافت ایس ز عشق رسول  
چوں رسیدم به ایس خبر سیفتی  
گفتم از ارض طیبہ مضمونش  
بارك الله لك، بلا کم و کاست  
(۱۳۶۶ھ)

قیام پاکستان کے بعد اس قطعہ ارضی پر ایک مکان بنوا کر اسے ”وقف علی الاولاد“ کر دیا اور شرط رکھ دی کہ اگر میری کوئی زینہ اولاد نہ رہے، تو یہ مکان مسجد نبوی کی ملکیت میں شامل کر لیا جائے۔ آپ کی دوسری تہمت یہ تھی کہ موت سنت نبوی کے مطابق ۶۳ برس کی عمر میں آئے۔ چنانچہ جب آپ کی عمر شریف ۶۲ سال کی ہوئی، تو

پر آپ کو ”His Exalted Eminence“ (فضیلت مآب) کا خطاب دیا۔ سعودی حکومت نے حاجیوں پر ٹیکس لگایا، تو آپ نے بڑی کوشش اور بحث و مباحثہ کر کے والی سعودی عرب سلطان عبدالعزیز بن سعود کو حج ٹیکس ختم کرنے پر مجبور کر دیا؛ آپ کے اس کارنامے سے آج تک دنیا بھر کے مسلمان فائدہ اٹھا رہے ہیں، لیکن صدافسوس! اکثر مسلمان اپنے محسن کے اس عظیم احسان سے ناواقف ہیں۔ تحریک پاکستان میں بھی آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اس تحریک میں آپ نے قدم قدم پر مسلمانوں کی عملی طور پر رہنمائی فرمائی۔ آپ ہی کی کوششوں سے عرب ممالک سمیت تمام عالم اسلام مطالبہ پاکستان کا حامی بنا۔

نوٹ:

آپ کے مبارک فرزند قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے عالم شباب میں، تقاریروں کی کردار کے ذریعے، تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ۱۹۷۰ء تا ۲۰۰۳ء یعنی تادم رخصت پاکستان کے لیے آپ کی خدمات کسی سے مخفی نہیں۔

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے ساتھ مبلغ اعظم حضرت علامہ شاہ عبد العظیم صدیقی علیہ الرحمۃ کے تعلقات بڑے دوستانہ تھے۔ قیام پاکستان کے تین دن بعد، پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کی خصوصی دعوت پر مرکزی عید گاہ مسجد، جامع کلاتھ مارکیٹ، کراچی میں، آپ نے عید الفطر کا خطبہ دیا اور نماز بھی پڑھائی، جس میں قائد اعظم، لیاقت علی خاں اور سردار عبدالرب نشتر وغیرہم زعمائے ملک نے شرکت کی۔ قائد اعظم نے آپ کو ”گشتی سفیر پاکستان“ کا خطاب دیا۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا نذیر احمد صدیقی بخند علیہ الرحمۃ سے بھی قائد اعظم بہت سے امور میں رہنمائی لیتے تھے، یہاں تک کہ جب قائد اعظم نے ایک پارسی لڑکی رتن بائی سے نکاح کرنا چاہا، تو مولانا نذیر احمد علیہ الرحمۃ ہی کے پاس لے کر آئے؛ آپ نے اسے مسلمان کیا اور نکاح پڑھایا۔

داری سے توجہ کی جائے تو آپ کی خدمات سنہری حروف میں تحریر کیے جانے کے قابل ہیں۔ احقر نے اپنے بعض اکابر سے یہ بھی سنا ہے کہ علامہ موصوف کی ایمانی، روحانی اور تبلیغی صلاحیتوں کو دیکھ کر بعض غیر مسلموں نے یہاں تک کہا کہ ان عظیم صلاحیتوں کی شخصیت اگر ہمارے پاس ہوتی، تو ہم نہ صرف ان کو سر آنکھوں پر بٹھاتے؛ بلکہ ان کو اس سے کہیں زیادہ بلند مقام دیتے۔ بقول شاعر

وہ لوگ ہم نے ایک ہی شوفی میں کھو دیے  
ڈھونڈا تھا آسماں نے جنہیں خاک چھان کر

(مجلہ ”عظیم مبلغ اسلام“ شائع کردہ: خواتین

اسلامی مشن۔ پاکستان، گلشن اقبال، کراچی، ص ۲۲)

☆☆☆☆☆

۱۳۷۲ھ (۱۹۵۳ء) میں آپ نے مستقل طور پر مدینہ منورہ ہی میں رہائش اختیار کر لی اور کہیں آنا جانا، یہاں تک کہ تبلیغی دوروں پر بھی، موقوف کر دیا۔ جب کوئی آپ کو کہیں آنے کی دعوت دیتا، تو فرماتے: ”میری زندگی کا صرف ایک سال رہ گیا ہے، وہ میں یہاں مدینہ منورہ ہی میں گزاروں گا۔“

چنانچہ آپ کی یہ تمنا اور پیشین گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ ۲۳ اور ۲۴ ذی الحجہ (اتوار اور پیر) کی درمیانی شب ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو مدینہ منورہ ہی میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے دادا سر، قطب مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین احمد قادری مدنی علیہ الرحمہ نے پڑھائی۔

حضرت مبلغ اعظم علیہ الرحمۃ نے اپنے ایک خطاب کے دوران، جس کی آڈیو کیسٹ راقم کے پاس موجود ہے، چند نعتیہ اشعار پڑھے، جن میں ایک شعر یہ بھی تھا۔

قریب روضہ اقدس اگر مدفن میسر ہو  
دل مضطر کو آغوشِ لحد آغوشِ مادر ہو

اللہ تبارک و تعالیٰ نے، جنت البقیع میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مبارک قدموں میں آپ کو مدفن کے لیے جگہ عطا کر کے، آپ کی یہ تیسری خواہش بھی پوری فرمادی۔ اس فقیر نے عرض کیا ہے۔

بل گیا مدفن قریب روضہ اقدس انھیں  
یعنی مقبولِ خدا ہے دعوتِ عبدِ العظیم

میں اپنے اس مضمون کا اختتام رفیقِ قائد ملت اسلامیہ جمیل العلماء حضرت علامہ جمیل احمد نعیمی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ کے ان کلمات پر کرتا ہوں:

”آپ (علامہ شاہ عبد العظیم صدیقی علیہ الرحمۃ) کے خانوادے اور آپ کی دینی، سماجی، اصلاحی اور تبلیغی خدمات پر بہت کچھ تحریر کیا جاسکتا ہے؛ لیکن افسوس صد افسوس! کہ ہم نے اس عظیم عالم اور مبلغِ اسلام، جن کی تعمیر و تشکیل پاکستان میں دیگر علماء و مشائخ اہل سنت کے ساتھ عظیم و بیش بہا خدمات ہیں، (کو) فراموش کر دیا۔ اگر دیانت

# مسلك ڈاکٹر علامہ محمد اقبال قادری

صاحبزادہ محمد رؤف رضوی

حالانکہ بقول اقبال جب غوث پاک کی یہ شان و مقام ہے کہ آپ سلطان عرب و عجم ہیں تو پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خود سرور دوعالم ﷺ کی فریادری اور سلطانی کا کیا عالم ہوگا؟

یہ حال ہے خدمت گاروں کا سردار کا عالم کیا ہوگا؟ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ”تقویۃ الایمانی“ عقائد باطلہ و نظریات فاسدہ کے پیر و کار علامہ اقبال کے پاکیزہ مسلک اور مذکورہ عقائد و نظریات مبارکہ کا انکار بھی کرتے ہیں، انہیں شرک و بدعت بھی قرار دیتے ہیں اور علامہ اقبال قادری کے اشعار و کلام کا حوالہ بھی دیتے ہیں، بالخصوص آپ کا یہ شعر جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں کہ:

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے  
آساں نہیں مٹانا نام و نشان ہمارا  
ایسے بد عقیدہ لوگوں کو چاہئے کہ علامہ اقبال قادری کے حوالہ سے عوام کو دھوکہ نہ دیں اور:

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے  
پڑھنا چھوڑ دیں اور اگر اقبال کا حوالہ دینا ہے اور ان کا ”توحیدی“ شعر پڑھنا ہے تو پھر ”تقویۃ الایمانی“ عقائد باطلہ و نظریات فاسدہ سے اعلانیہ توبہ کریں اور ”سلطان عرب و عجم غوث اعظم“ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دل سے تسلیم کریں اور یہ کہ:

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا  
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

ایضاً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط  
..... گزشتہ سے پیوستہ .....

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال قادری کا اعلان  
”میں کٹر حنفی اور قادری ہوں۔“

”میرا وضاحتی حلفیہ بیان ہے کہ میں حنفی ہوں اور کٹر حنفی ہوں۔ اپنی صفائی میں یہ وضاحت (بھی) ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اور میرے خاندان کی نسبت سلطان عرب و عجم حضرت شیخ سید عبدالقادر غوث الاعظم جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔“ (۱)

علامہ اقبال کا وضاحتی حلفیہ بیان ملاحظہ ہو کہ کس طرح صلح کلیوں کے برعکس بلا خوف لومۃ لائم برسر عام ڈنگے کی چوٹ پر اپنا کٹر حنفی ہونا بیان فرمایا جبکہ اپنی اور اپنے خاندان کی نسبت قادری کو سلطان عرب و عجم غوث اعظم جیسے پُر جلال پُر شکوہ الفاظ و القاب کے ساتھ بیان کیا، جس سے پُر خلوص قلبی طور پر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علامہ اقبال کی عقیدت و محبت و نیاز مندی کا اظہار ہوتا ہے جبکہ فرق باطلہ کے لوگ اپنے عقائد باطلہ و نظریات فاسدہ کے تحت نہ صرف حنفی قادری نسبتوں کے منکر ہیں بلکہ معاذ اللہ انہیں شرک و بدعت قرار دیتے ہیں اور سلطان عرب و عجم غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام و القابات مبارکہ کا انکار کرتے ہوئے اپنے ”تقویۃ الایمانی“ عقیدہ باطلہ کے تحت خود رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ باطلہ رکھتے ہیں کہ معاذ اللہ ”جس کا نام محمد یعلیٰ ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔“ اور ”رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔“ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

۱: ”خطاب جلسہ عام موجی دروازہ لاہور، ۱۹۲۵ء روایت ڈاکٹر محمد اقبال، ماہنامہ ”ضیائے حرم“ لاہور اپریل ۱۹۶۵ء ماہنامہ ”رضائے مصطفیٰ“ گوجرانوالہ، مئی ۱۹۶۵ء۔

ڈرو اللہ سے ہوش کرو کرو فریب سے کام نہ لو  
یا ”توحید اقبال“ کو اپناؤ یا ”توحید“ کا نام نہ لو (۲)

وما علینا الا البلاغ

چونکہ علامہ اقبال کٹر حنفی اور قادری تھے۔ اس لئے حضور  
غوث اعظم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کی طرح دیگر اولیاء کرام بزرگان دین سے  
بھی دلی عقیدت و محبت رکھتے تھے اور ان کی عظمت و شان ولایت  
میں ”رطب اللسان“ تھے۔

چنانچہ تاجدارِ جلالپور شریف حضرت خواجہ سید غلام حیدر علی  
شاہ صاحب جلالپوری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے وصال شریف پر علامہ اقبال  
نے آپ کے متعلق فرمایا:

ہر کہ برخاک مزار حیدر شاہ رفت  
تربت او را امین جلوہ ہائے طور گفت  
یعنی جو شخص آپ کے مزار پر حاضر ہوا۔ اس نے آپ کے  
مزار کو انوارِ الہی و طور کے جلووں کا امین کہا:

ہاتف از گردوں رسید و خاک اور ابوسہ داد  
گفتمش تاریخ وصال او بگو ”مغفور“ گفت  
یعنی ہاتف آسمان سے اتر اور مزار کو بوسہ دیا۔ میں نے اسے  
کہا تاریخ وصال کہو تو اس نے ”مغفور“ کہا (یعنی بخشے ہوئے)۔ (۳)

ایک جامع الصفات تاریخی نعت واستغاثہ:

کہاں میں کہاں مدح ذاتِ گرامی  
میں سعدی نہ رومی نہ قدسی نہ جامی  
پسینے پسینے ہوا جا رہا ہوں  
کہاں یہ زباں و کہاں نام نامی  
سلام اس شہنشاہ ہر دوسرا پر  
دروہ اس امام صف انبیاء پر  
پیامی تو بے شک سبھی محترم ہیں  
مگر اللہ اللہ خصوصی پیامی

فلک سے زمیں تک ہے جشن چراغاں  
کہ تشریف لائے شاہ رسولان  
خوشا جلوۂ ماہتاب مجسم  
زہے آمدِ آفتاب تمامی  
کوئی ایسا ہادی دکھا دے تو جانیں  
کوئی ایسا محسن دکھا دے تو جانیں  
کبھی دوستوں پر نظر احتسابی  
کبھی دشمنوں سے بھی شیریں کلامی  
اطاعت پر اصرار بھی ہر قدم میں  
شفاعت کا اقرار بھی ہر نظر میں  
اصولاً خطاؤں پہ تنبیہ لیکن  
مزاجاً خطا کار بندوں کے حامی  
یہ آنسو جو آنکھوں میں میری رواں ہیں  
عطائے شہنشاہ کون و مکاں ہیں  
مجھے مل گیا جامِ صہبائے کوثر  
میرے کام آئی میری تشنہ کامی  
فقیروں کو کیا کام طبل و علم سے  
گداؤں کو کیا کام جاہ و حشم سے  
عبادوں قابضوں کو میں کیا کروں گا  
عطا ہو گیا مجھ کو تاج غلامی  
انہیں صدق دل سے بلا کے تو دیکھو  
ندامت کے آنسو بہا کے تو دیکھو  
لئے جاؤ اقبال نام محمد  
شفاعت کا ضامن ہے اسمِ گرامی  
(رحمۃ اللہ علیہ)

سیدنا صدیق اکبر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے حضور نذرانہ عقیدت:

اک دن رسولِ پاک نے اصحاب سے کہا  
دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار

۲: ”بتصرف“۔

۳: ”بحوالہ ذکر حبیب“۔

ارشاد سن کر فرطِ طرب سے عمر اُٹھے  
اُس روز اُن کے پاس تھے درہم کئی ہزار  
دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیق سے ضرور  
بڑھ کر رکھے آج قدم میرا راہوار  
لائے غرض کہ مال رسول امیں کے پاس  
ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار  
پوچھا حضور سرورِ عالم نے اے عمر!  
اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار  
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا؟  
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار

.....  
کی عرض نصف مال ہے فرزندِ وزن کا حق  
باقی جو ہے وہ ملت بیضا پہ ہے ثار

.....  
اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آگیا  
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار  
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت  
ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار  
ملکِ یمن و درہم و دینار و رخت و جنس  
اسپِ قمر سم و شتر و قاطر و حمار  
بولے حضور چاہئے فکرِ عیال بھی  
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار  
اے تجھ سے دیدہ مہ و انجم فروغِ گیر  
اے تیری ذات باعثِ تکوین روزگار

.....  
پردانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس!  
صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول بس!  
(ﷺ، رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ)

زندہ نبی کے حضور سلام و پیام:

صف بستے تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند  
تھی منتظرِ حنا کی عروسی زمینِ شام  
اک نوجوان صورتِ سیما مضطرب  
آکر ہوا امیرِ عساکر سے ہم کلام  
اے عبیدہ رخصت پیکار دے مجھے  
لبریز ہو گیا مرے صبر و سکوں کا جام  
پیتاب ہو رہا ہوں فراقِ رسول میں  
اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام  
جاتا ہوں میں حضورِ رسالت پناہ میں  
لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام  
یہ ذوق و شوق دیکھ کے پرہم ہوئی وہ آنکھ  
جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغ بے نیام  
بولا امیرِ فوج کہ ”وہ نوجوان ہے تو  
پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام  
پوری کرے خدائے محمد تری مراد  
کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام  
پہنچے جو بارگاہِ رسول امیں میں تو  
کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام  
ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے  
پورے ہوئے جو وعدے کئے تھے حضور نے“

(ﷺ)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ (ﷺ) صحابہ کرام و حضرت عبیدہ بن جراح  
اللہ تعالیٰ عنہم کے عقیدہ مبارکہ کے مطابق بقول علامہ اقبال بحیاتِ حقیقی زندہ  
نبی ہیں اور ”بارگاہِ رسول“ بھی بدستور قائم ہے۔ آپ اپنے غلاموں کا سلام  
و پیام سنتے جانتے اور انہیں پہچانتے ہیں اور بعد وفات و شہادت ”بارگاہِ  
رسول“ میں غلاموں کی حاضری ہوتی ہے اگر بقول گستاخِ معاذ اللہ آپ  
(ﷺ) مردہ ہوں تو یہ سارے معاملات کا عدم ہو جاتے ہیں۔



علامہ اقبال قادری کا استغاثہ و عقیدہ حیات النبی ﷺ:

لیفٹیننٹ کرنل ریٹائرڈ غلام جیلانی خاں صاحب رقمطراز ہیں کہ ”مزمّن امراض اور شدت علالت کے اس پس منظر میں اقبال نے حضور رسالت مآب ﷺ میں جو عرض کی اس کا افتتاحی شعر ملاحظہ کیجئے:

اے تو ما بے چار گاں را ساز و برگ  
وا رہاں این قوم را از ترس مرگ

”اے وہ ہستی مبارکہ کہ جو ہم بے سہاروں اور بے چاروں کا ساز و سامان اور بچاؤ ماوا ہے تو اس قوم کو موت کے خوف سے نجات دے۔“

سبحان اللہ! اندازہ فرمائیے کہ اقبال درخواست اپنی پیاری کی کر رہا ہے لیکن پہلی گزارش اور التماس جو زبان سے نکلتی ہے وہ ذاتی اور انفرادی نہیں، قومی اور اجتماعی ہے۔

اس پہلے شعر کے بعد آگے چل کر اقبال نے اپنے آپ کو مسلم قوم کا فرد سمجھ کر حضور رسالت مآب ﷺ میں عرض کی ہے:

”اے سرور کائنات ذرا دیکھ تو سہی ہم مسلمان موت سے کس طرح لرزاں و ترساں ہیں۔ میں بیمار ہوں اور زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ موت آ جا نیگی، لیکن موت تو برحق ہے تو پھر خوف کس بات کا؟ کیا ممکن نہیں کہ ہم لوگوں کو موت کے اس خوف سے چھٹکارا مل جائے۔“

”اے سرور انبیاء ﷺ! آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ ہم مسلمانوں کا ساز اس طرح بے صدا ہو چکا ہے کہ اب اسے کسی مضراب سے بھی جگایا نہیں جا سکتا۔ میں نے عرب ممالک کو بھی دیکھا ہے اور غیر عرب ممالک میں بھی گھوما پھرا ہوں لیکن مجھے ان تمام ملکوں میں مصطفائی کہیں نظر نہیں آئی۔ البتہ ابوسہی کی افراط ہے۔ آج کے مسلمانوں کی یہ نئی نسل روشن دماغ تو ہے لیکن اس کے سینے بے چراغ اور تاریک ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ”تم باذنی“ کا حکم فرما کر اس مردے کو زندہ کر دیجئے اور اس کے دل میں جومات و منات بے ہوئے ہیں، انہیں

نکال دیجئے اور جو مر چکا ہے اسے زندہ کیجئے۔“

یا رسول اللہ ﷺ! ہم سب تہذیب مغرب کے جادو میں گرفتار ہیں۔ ہم نے فرنگیوں کے سامنے بغیر لڑے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ ہم ایک ایسی قوم ہیں کہ اسکے مستوں کے ہاتھ جام و سبو سے خالی ہیں۔ کیا آپ ﷺ ایسا نہیں کر سکتے کہ اس قوم سے ایک صاحب دل اور خدا مست شخص اٹھائیں تاکہ ہم مسلمان اپنے آپ کو دوبارہ دریافت کر سکیں اور دنیا کے سامنے سرخرو ہو جائیں۔

یا رسول اللہ ﷺ! تیرا طواف تو ساری کائنات کر رہی ہے۔ بھلا میں کیا اور میری اوقات کیا۔ میں تو آپ ﷺ سے صرف ایک نگاہ کا طالب ہوں..... نگاہے یا رسول اللہ نگاہے..... میرا ذکر و فکر، میرا علم و عرفان میری کشتی، میرا دریا اور میرا طوفان آپ ہی تو ہیں۔ میرے جسم اور روح میں جو دردیں اٹھتی ہیں ان کا علاج کہیں سے نہ ہو سکا۔

یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے بومیری کا قصیدہ سن کر انہیں اپنی چادر مبارک عطا کی تھی تو ان کو فالج جیسے موزی مرض سے نجات مل گئی تھی۔ مجھ پر بھی ویسے ہی نگاہ کرم فرمادیں تاکہ میرا وہ صحت مند ماضی ایک بار پھر لوٹ آئے جب میں تندرست و توانا ہوتا تھا۔ آپ ﷺ گنہگاروں پر زیادہ نگاہ التفات فرماتے ہیں، جس طرح ماں اپنے شریر بچوں کی شرارتیں اور خطائیں معاف کر دیتی ہے، اسی طرح آپ بھی خطا بخش اور خطا پوش ہیں۔ مجھ پر نظر عنایت فرما اور میرے چراغ میں تھوڑا سا تیل اور ڈال دیں آپ کا وجود گرامی تو دونوں جہانوں کیلئے بہاروں کا پیغام ہے۔ ان بہاروں کا سایہ مجھ عاصی پر بھی ڈال۔ آپ کو تو خوب معلوم ہے کہ جسم کی قدر و قیمت روح کے ساتھ وابستہ ہے، جس جسم کی روح زیادہ توانا اور پاکیزہ ہوگی، اس کا جسم اتنا ہی زیادہ قوی اور مضبوط ہوگا۔ اور یہ روح کہاں سے آتی ہے؟ یہ آپ سرور کائنات ﷺ کی نگاہ لطف ہی سے تو آتی ہے۔ اس لئے میرے وجود کو یا شمشیر بنادے یا پھر ایسی کلید کہ جس سے کفر و الحاد کے تالے کھل سکیں۔“ (۳)

ما شاء اللہ بارگاہ رسالت میں علامہ اقبال مرحوم کے استغاثہ

سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ غلاموں کی فریادیں سنتے اور ان کی مرادیں پوری فرماتے ہیں۔ حضور کو یا رسول اللہ ﷺ پکارنا آپ کو بفضلہ تعالیٰ حاضر و ناظر جاننا اور مختار و فریادرس ماننا سب جائز اور عقیدہ توحید کے مطابق ہے۔

علامہ ازیں اقبال نے امام بوصیری کے قصیدہ بردہ شریف کے حوالہ سے جو عرض کیا ہے کہ:

”یا رسول اللہ ﷺ آپ نے بصیری کا قصیدہ سن کر انہیں اپنی چادر مبارک عطا کی تھی اور انہیں فالج جیسے موذی مرض سے نجات مل گئی تھی مجھ پر بھی ویسے ہی نگاہ کرم فرمادیں۔“

یہ بھی اقبال کے عقیدہ کی پختگی اور وابستگی کی دلیل ہے کہ اقبال رسول اللہ ﷺ کو درود تاج شریف کے مطابق:

”دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالہ۔“

جانتے اور مانتے تھے اور وہابی چونکہ حضور ﷺ کے ان اختیارات و تصرفات کو شرک گردانتے ہیں جیسا کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے نام نہاد ”کتاب التوحید“ اور دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی نے ”فتاویٰ رشیدیہ“ میں لکھا ہے اس لئے اقبال وہابیوں سے بہت نفرت فرماتے تھے جیسا کہ ماہنامہ ”عارف“ لاہور کے ایڈیٹر عبدالرحمن شوق نے محمد فاضل کا مضمون شائع کیا ہے کہ ”ایک روز میں علامہ مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس روز میرے ایک دوست حفیظ صوفی میرے ساتھ تھے جو لاہور کے ایک مشہور الحمدیث خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ علامہ مرحوم سے گفتگو کے دوران حفیظ صوفی نے کچھ ایسی باتیں کہیں جن سے اُن کے زائد خشک ہونے کی نشاندہی ہوتی تھی چونکہ وہ پہلی دفعہ علامہ مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس لئے علامہ مرحوم نے ان سے تو کچھ نہیں کہا لیکن مجھ سے فرمایا کہ:

”آپ وہابی تو نہیں؟“

میں نے گزارش کی ”نہیں“ لیکن ساتھ ہی یہ بھی پوچھا کہ:

”اگر میں وہابی ہوتا تو آپ کیا کرتے؟.....“

علامہ نے ذرا حٹکی آمیز انداز میں فرمایا:

”میں آپ کو گھر سے نکال دیتا۔“

یہ جواب کافی تلخ اور حضرت علامہ جیسی عظیم ہستی سے غیر متوقع تھا لیکن اس میں حب رسول کی جو خوشبو تھی اس نے اس کی تلخی کو بھی شیرینی میں بدل دیا تھا۔“ (۵)

اہل محبت اور ڈاکٹر محمد اقبال قادری:

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب (ایم اے، پی ایچ ڈی) رقمطراز ہیں:

اقبال یوں تو ابتداء ہی سے بزرگوں کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ ان کے والدین خدا ترس اور خدا شناس تھے، اساتذہ میں مولوی میر حسن کی صحبت کی کیا اثر نے بھی اقبال کو متاثر کیا۔ اپنے معاصرین میں بزرگوں سے مراسلت رہی۔ اولیاء اللہ سے خاص نسبت و تعلق تھا، ان کے مزارات پر حاضر ہوتے رہے اور فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ قیام یورپ کے زمانے میں وہاں کے کتب خانوں میں صوفیائے کرام کی تصانیف سے مستفید ہوئے۔

چنانچہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ”مکاشفۃ الانوار“ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ”عوارف المعارف“ سید جویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ”کشف المحجوب“ اور خواجہ محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ”خاتمہ“ انڈیا آفس لائبریری لندن اور برٹش میوزیم، لندن میں مطالعہ کیں لیکن عمر کے اس حصے میں اس قسم کی کتابوں کا مطالعہ کثیر کیلئے تمہید کا حکم رکھتا ہے۔

چنانچہ آگے چل کر تاثیر نے اپنا رنگ دکھایا۔ حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ”مثنوی شریف“ کے مطالعہ نے تاثیر کو جلا بخشی اور انہوں نے کاملین کی راہ اختیار کی۔ اس راہ پر چل کر بہت کچھ پایا، اسی لئے وہ طلبہ کو نصیحت کرتے ہیں:

چاہئے خانہ دل کی کوئی منزل خالی

شاید آجائے کہیں سے کوئی مہمان عزیز (۶)

۵: ”عارف“ لاہور جنوری ۱۹۶۸ء، ص: ۳۵۔

۶: ”کلیات اقبال“ مطبوعہ دہلی، ص: ۱۹۷، (ضرب کلیم)۔

کیوں؟

شیخ مکتب کے طریقوں سے کشادہ دل کہاں؟  
کاش! اقبال سے نالاں حضرات نے کلام اقبال کا مطالعہ کیا ہوتا اور یہ دیکھا ہوتا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ سے ان کو کیسی والہانہ محبت تھی۔ اقبال کے اردو اور فارسی کلام کا مطالعہ کیا جائے تو ان کا نعتیہ کلام حاصل شاعری معلوم ہوتا ہے۔ عبدالسلام ندوی کا یہ کہنا کچھ بے جا نہیں معلوم ہوتا:

”سچ پوچھئے تو یہ نعتیہ شاعری ڈاکٹر صاحب کی پوری شاعری کا خلاصہ ہے۔“

آخر عمر میں انکو آنحضرت ﷺ سے جو عشق و محبت اور ایک قسم کی شیفتگی و وارفتگی پیدا ہوئی تھی۔ ان کے کلام سے ظاہر ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب  
اقبال تسخیر کائنات کیلئے حضور اکرم ﷺ کی اطاعت و پیروی کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ ایسی تسخیر جو اہل کائنات کیلئے عید ہو، وعید نہ ہو، اسی لئے اقبال نے خود مولائے کائنات کی زبانی اطاعت نبوی کی اس طرح ترغیب دی ہے:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں  
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں (۷)  
اقبال شانِ رسالتِ محمد ﷺ میں جب رطب لسان ہوتے ہیں، ان کا کلام ترجمانِ دل معلوم ہوتا ہے، وہ جو کچھ کہتے ہیں، ڈوب کر کہتے ہیں، یہ نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب  
گنبد آگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب  
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ  
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب (۸)

پھر بے خودی کے عالم میں کہتے ہیں:

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام  
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب (۹)  
یہ وہی بات ہے جو پانچویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت امام غزالی رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ”احیاء العلوم“ میں تحریر فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”وَاحْضَرُ فِیْ قُلُوبِکَ النَّبِیَّ ﷺ وَشَخْصَہُ الْکَرِیْمَ قُلْ سَلَامٌ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ ﷺ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ۔“

”(احتیاط پڑھتے وقت) پہلے نبی ﷺ اور آپ کی صورت پاک کو دل میں حاضر کرو اور پھر کہو۔ اے نبی ﷺ محترم! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں!“

تصانیف اقبال میں جا بجا نعتیہ اشعار نظر آتے ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عشق نبوی ﷺ ان کے دل پر محیط تھا، فکر و شعور پر چھایا ہوا تھا، مقام مصطفوی ﷺ کا اس طرح ذکر کرتے ہیں:

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است  
آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است  
طور موجے از غبار خانہ اش  
کعبہ را بیت الحرم کا شانہ اش (۱۰)  
اور ”مثنوی رموز بے خودی“ میں ”عرض حال“ کے عنوان سے بڑے آبدار اشعار کہے ہیں، سنئے:

اے ظہور تو شباب زندگی  
جلوہ ات تعبیر خواب زندگی  
از تو بالا پایہ ایں کائنات  
فقر تو سرمایہ ایں کائنات  
در جہاں شمع حیات افروختی  
بندگان را خواجگی آموختی (۱۱)

۷: ”کلیات اقبال“ مطبوعہ دہلی، ص: ۱۱۲، (بانگ درا)۔

۸: ”کلیات اقبال“، مطبوعہ دہلی، ص: ۲۹۱، (بال جبریل)۔

۹: ”کلیات اقبال“، ص: ۲۹۱۔

۱۰: ”کلیات اقبال“ مطبوعہ ایران، ص: ۱۵ (اسرارِ خودی)۔

۱۱: ”کلیات اقبال“ مطبوعہ ایران، ص: ۱۱۲ (رموز بے خودی)۔

پھر وارثی عشق میں کہتے ہیں:

تامرا افتاد بر رویت نظر  
ازاب وام گشتہ محبوب تر  
عشق درمن آتشے افروخت است  
فرستش بادا کہ جانم سوخت است (۱۲)

پیغام عشق رسالت (ﷺ):

علامہ اقبال قادری کے پیغام عشق رسالت سے بعض اقتباسات ملاحظہ ہوں اور اگر آپ سمجھ نہ سکیں تو کسی اہل علم وفارسی دان سے سمجھنے کی کوشش کریں کہ اقبال عشق رسالت و مقام مصطفیٰ (ﷺ) کو کس طرح بیان کرتے ہیں:

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است  
آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است  
ہر کہ عشق مصطفیٰ ساماں اوست  
بحر و بر در گوشہ دامان اوست  
(ﷺ)

.....  
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں  
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں  
(ﷺ)

.....  
ذره عشق نبی از حق طلب  
سوزِ صدیق و علی از حق طلب

.....  
برگ و ساز کائنات از عشق اوست  
زانکہ ملت را حیات از عشق اوست  
اور کبھی اس رنگ میں گویا ہیں کہ:

عجب نہیں کہ مسلمان کو پھر عطا کر دیں  
عارفان مشل جنید و بایزید

درویش شریف:

علامہ اقبال سے عبدالحجید (ڈاکٹر میڈیکل کالج لاہور) نے دریافت کیا کہ:

”آپ حکیم الامت کیسے ہو گئے؟“

آپ نے فرمایا کہ:

”میں نے ایک کروڑ مرتبہ درویش شریف حضور رسالت مآب

(ﷺ) کی بارگاہ میں پیش کیا، آپ بھی یہی وظیفہ کریں۔“

سینما بازی و فلم بینی سے نفرت اور اس کی مخالفت:

علامہ محمد اقبال فلم دیکھنے کے بہت مخالف تھے۔ انہوں نے کبھی فلم نہیں دیکھی اور نہ گھر میں سے کسی کو سینما جانے کی اجازت تھی۔ حالانکہ ان کی میکلوڈ روڈ والی کوٹھی کے بالکل ہی قریب سینما تھا۔ ایک دفعہ جاوید ضد کر کے گھریلو ملازم کے ساتھ فلم دیکھنے چلا گیا۔ اس وقت اس کی عمر زیادہ سے زیادہ پانچ چھ برس کی ہوگی۔ ابھی آدھا وقت ہی گزرا ہوگا کہ اقبال کو اس کا علم ہو گیا اور انہوں نے اسی وقت دوسرے ملازم کو بھیج کر واپس بلا لیا اور اس ملازم کو، جو جاوید کو فلم دکھانے لے گیا تھا، بڑی سختی کے ساتھ آئندہ کیلئے اس قسم کی حرکت سے منع فرمایا۔ (۱۳)

روزنامہ نوائے وقت لاہور میں ہے کہ:

علامہ اقبال ”سینما“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

وہی بت فروشی، وہی بت گری ہے  
سینما ہے یا صنعت آذری ہے  
وہ صنعت نہ تھی، شیوہ کافری تھا  
یہ صنعت نہیں، شیوہ ساحری ہے  
وہ مذہب تھا، اقوام عہد کن کا  
یہ تہذیب حاضر کی سودا گری ہے  
وہ دنیا کی مٹی، یہ دوزخ کی مٹی  
وہ بت خانہ خاکی، یہ خاکستری ہے (۱۴)

۱۲: ”کلیات اقبال“ مطبوعہ ایران، ص: ۱۱۳ (رموزیہ خودی)۔

۱۳: ”بحوالہ“ واقعات اقبال“ از: محمد افضل حمید، مطبوعہ مشتاق بک کارنر اردو بازار لاہور۔

۱۴: ”بال جبریل“۔

علامہ مرحوم نے سینما کو بجا طور پر صنعت آذری، شیوہ ساحری، تہذیب حاضر کی سوداگری اور بت خانہ خاکستری فرمایا ہے۔ اس نسبت سے ایکٹریٹ اور ساحتھرے۔ کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ بتوں اور ساحروں کی اتنی پذیرائی کرے۔

نہ کسی اسلامی حکومت کی شان کے شایاں ہے کہ وہ اپنے ہوں یا پرانے ایسے لوگوں کو دی آئی پی کا درجہ دے۔ مملکت کے مہمان خاص بنائے اور ان کیلئے پُر تکلف ضیافتوں کا اہتمام کرے۔

اسلام کے مطابق حیات انسانی کا مقصد تعمیر و تکمیل شخصیت ہے۔ اسلام نے زندگی کا جو مختصر جامع موثر پروگرام (شریعت محمدی) دیا ہے، اسکی یہی خوبی ہے کہ اس کے تحت نہ صرف فرد کی شخصیت کی تاحہ استعداد تکمیل ہوتی ہے، بلکہ ساتھ ساتھ ایسا معاشرہ بھی تشکیل پاتا ہے، جس کے اندر فرد کیلئے اپنی شخصیت کی تکمیل آسان ہو۔

ایکٹر کا پیشہ روپ دھارنا ہے۔ ایک دن بادشاہ کا کردار کر رہا ہے تو دوسرے دن بھکاری کا، ایک دن ہیرو ہے، تو دوسرے دن ولن، سرکاری اور اخباری سطح پر ایکٹروں کو اچھالنے سے قوم کی نظروں سے بالعموم اور بچوں اور نوجوانوں کی نظر سے بالخصوص، زندگی کا اصل مقصد اوجھل ہوتا ہے اور اس سے موجودہ اور آئندہ نسل کنفیوژن کا شکار ہوتی ہے۔

”ضربِ کلیم“ کی نظم ”تیاڑ“ (تھیٹر) میں اقبال نے اسی نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے:

تری خودی سے ہے روشن ترا حریم وجود  
حیات کیا ہے؟ اسی کا سرور و سوز ثبات  
بلند تر مہ و پرویں سے ہے اسی کا مقام  
اسی کے نور سے پیدا ہیں تیرے ذات و صفات  
حریم تیرا خودی غیر کی، معاذ اللہ!  
دوبارہ زندہ نہ کر کاروبار لات و منات  
یہی کمال ہے تمثیل کا کہ تو نہ رہے  
رہا نہ تو، تو نہ سوز خودی نہ ساز حیات

اس معاملہ میں معماری لبرل پالیسی نے اسلام اور پاکستان کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اپنی طرف سے ہم ظاہر کرتے ہیں کہ ہم نماز روزہ کے پابند ہونے کے باوجود ماڈرن ہیں، لیکن دراصل یہ وہ چیز ہے جسے اقبال نے مندرجہ ذیل شعر میں بڑی خوبصورتی سے ادا کیا ہے:

اگرچہ پاک ہے عفت میں راہی اس کی  
ترس رہی ہے مگر لذت گناہ کے لئے

(معاذ اللہ)

### انگریزی لباس کلیسائی لباس

ایک مرتبہ ڈاکٹر اقبال کے ایک دوست نے درزی کو ایک پتلون دی کہ اس کا کوٹ بنا دیا جائے۔ درزی نے کچھ تاخیر کر دی تو اقبال کے دوست نے تاخیر کا برا منایا تو اقبال نے اپنے دوست بٹ صاحب کو فرمایا کہ:

”درزی کا قصور اتنا زیادہ نہیں جتنا آپ خیال فرما رہے ہیں۔ آپ نے انہیں کام ہی بڑا مشکل سپرد کیا ہے کہ اس میں یقیناً وقت تو کچھ زیادہ ہی صرف ہونا چاہئے..... آخر ”کلیسا“ کو ”مسجد“ میں تبدیل کرنا ہے، اس لئے کچھ وقت لگے گا۔“ (۱۵)

ڈاکٹر صاحب کی انگریزی لباس سے نفرت اور اسے کلیسائی لباس قرار دینے سے انگریزی لباس کی مذمت واضح ہے۔  
مخلوط تعلیم:

حضرت علامہ مخلوط تعلیم کے مخالف تھے۔ آپ مسلمان عورت کیلئے پردہ بہت ضروری سمجھتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے: ”مسلمان عورت کی شان پردے میں ہے۔“

آپ کے نقطہ نظر کے مطابق مسلمانوں کی موجودہ پستی کی ایک وجہ بے پردگی بھی تھی۔

گرمیوں کا موسم تھا حضرت علامہ حسب دستور کوٹھی کے برآمدے کے سامنے پلنگ پر استراحت فرما رہے تھے اور نصف آستین کی بنیان اور سفید لٹھے کا تہہ بند پہنے ہوئے تھے۔ پلنگ کے پاس ایک

میں نے عرض کیا:  
”صحیح دلیل کیا ہے؟“

فرمایا:

”صحیح دلیل یہ ہے کہ مومن کو بے مثال ہو چاہئے۔“ (۱۷)

حرف آخر:

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال قادری مرحوم کے متعلق کتب و رسائل میں بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن ان کے قادری سلسلہ اور سنی حنفی قادری مسلک و مشرب کے متعلق الحمد للہ صرف ”رضائے مصطفیٰ“ کو ہی توفیق ہوئی کہ جس نے ان کے عشق رسالت کے علاوہ نمایا طور پر ان کے مسلک کی نشاندہی کی ہے اور ان کا سنی حنفی قادری ہونا واضح کیا ہے اور بد مذہبوں، بے ادبوں سے خبردار کیا ہے اور کتابچہ کی صورت میں شائع کر کے اسے عام کیا ہے۔

فالحمد لله على ذلك

طرف چودھری محمد حسین اور میں کرسیوں پر بیٹھے تھے، اتنے میں ایک صاحب بانیٹکل پر ہانپتے کانپتے آئے، وہ کسی روزنامہ کے رپورٹر تھے، انہوں نے حضرت علامہ کو سلام کیا اور کرسی پر بیٹھ گئے۔

کہاں سے آرہے ہو؟ چودھری محمد حسین نے پوچھا۔  
انہوں نے کہا:

”ابھی سینٹ ہال کی ایک میٹنگ سے اُٹھ کر آیا ہوں۔“

کیا ہوا وہاں؟ حضرت علامہ نے پوچھا:

”ڈاکٹر صاحب! آج خلیفہ صاحب نے سینٹ میں مخلوط تعلیم کا ریزولوشن پاس کروالیا ہے۔“

اخباری نمائندے نے جواب دیا۔

یہ سنتے ہی حضرت علامہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ آپ پلنگ پر بڑے زور سے ہاتھ مار کر بولے:

”آج مسلمانوں کی ذلت پر مہر لگا دی گئی ہے۔“ (۱۸)

فوٹو بازی سے نفرت:

پانی پت میں مولانا حالی کی پچاس سالہ برسی غالباً ۱۹۳۵ء میں منائی گئی۔ حضرت علامہ بھی تشریف لے گئے۔ میں بھی ہمراہ تھا۔ تقریب کے خاتمہ پر تنظیمین کی طرف سے مدعوئین کی فوٹو کا انتظام کیا گیا۔ فوٹو کے لئے حضرت علامہ کی کرسی نواب بھوپال کے ساتھ رکھی گئی۔ اس بات کی اطلاع مولانا حالی کے صاحبزادے نے ہمیں دی۔ حضرت علامہ یہ سن کر وہاں سے چل دیے اور اپنی جائے رہائش پر پہنچ گئے۔ وہاں سے سامان لے کر اسٹیشن پر پہنچے۔ میں حیران تھا کہ فوٹو میں شامل ہونے سے آپ نے کیوں اجتناب فرمایا ہے۔ میں نے تصویر میں نہ شامل ہونے کے معرہ کو معلوم کرنے کی غرض سے پوچھا:

”ہمارے علماء کے نزدیک فوٹو کھینچنا حرام ہے، ان کی یہ بات صحیح ہے یا غلط؟“

فرمانے لگے:

”بات تو صحیح ہے لیکن دلیل غلط دیتے ہیں۔“

۱۶: ”روایت میاں ایم اسلم۔“

۱۷: ”روایت راجہ حسن اختر مرحوم۔“



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الصلوة والسلام علیک وعلیٰ الیک وَاَصْحَابِکَ سَیِّدِی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

# علی عبداللہ جیولرز

سرپرست اعلیٰ

حاجی محمد ایوب منگا

پروپرائٹر

علی رضامنگا

0333.8499084

پروپرائٹر

اورنگزیب منگا

0333.8496721



امپورٹڈ ورائٹی کیلئے تشریف لائیں

ڈائنمڈ کی ورائٹی کیلئے تشریف لائیں

حیدر گولڈ پلازہ، صرافہ بازار، گجرات Ph:053.3511327